

# افادات عارفیہ

(حصہ اول)

## ارشادات

حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شرف علی شاہ صاحب خانوی نور اللہ مرقدہ

مرتب

مسعود احسن

اشاعتِ اول جولائی ۱۹۶۶ء مطابق ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

تعداد ایک ہزار (۱۰۰۰)

ناشر ادارہ اشاعتِ اسلام کراچی ۳۱

طابع انجمن پریس کراچی

کتابت فیض الکتابت مرزا آدم خاں مارکٹ

کاتب عالم علی خان

مَحلِ سوز و گدازِ غم کو گر مائے گاکون  
 اہل دل کو اپنے دردِ دل سے تڑپائے گاکون  
 موجزن ہے کس کے دل میں آتشِ سیالِ غم  
 مستیِ خونِ جگر آنکھوں سے برسائے گاکون  
 کس پہ طاری ہے جنونِ عشق کی وارفتگی  
 یوں زباں پر والہانہ رازِ دل لائے گاکون  
 عارفی میرا ہی دل ہے محرمِ راز و نیاز  
 بعدِ میرے رازِ حسن و عشق سمجھائیے گاکون

عارفی



اے عارفی اپنے دل پر شوق کی باتیں  
اچھا ہے کہ تو اپنی زباں ہی سے سنائے  
ممکن ہے کوئی کاشتِ اسرارِ محبت  
پھر مغلِ احباب میں آئے کہ نہ آئے

عارفی

# فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴۴	دربار رسالت کی سند	۱۵	اشعاع غریبی، نہرت، احوال و ہیئت، تقریظات ۱۳ تا ۱۴
۱۴۵	موجودہ کا ادراک اور حیاطیہ	۱۶	حضرت والا کی مجلس
۱۴۸	احساس فراغت	۱۸	تداریک سلوک
۱۴۹	ماضی و مستقبل، خوف و رجا	۲۰	اصلاح خالقانہ
۱۵۱	واقعات زندگی اور تعلق مع اللہ	۲۱	تعیین مقصود
۱۵۱	رجوع الی اللہ کی خاصیت	۲۵	حضرت والا کا مسلک
۱۵۲	ضعیفی اور ذکر اللہ	۲۶	معاملات اور معاشرت کی
۱۵۳	ضعیفی اور تعلق مع اللہ	۲۹	اصلاح پر توجہ
۱۵۵	حسن خاتمہ کے آثار	۲۹	غیر مقصود فوق و شوق کی مذمت
۱۵۶	قابل ترک صحبت	۳۱	حق سے پھر جانے والے طالب حق
۱۵۶	اہل حق اور اہل باطل میں	۳۲	نہیں ہوتے
	ایک فرق	۳۳	حقیقت سلوک
۱۵۷	عزت و ذلت کا مدار	۳۴	مجاہدہ
۱۵۸	ترقی دنیا کی حقیقت	۳۴	حفاظت حقوق
		۳۴	حفاظت حدود
		۳۴	اصلاح اخلاق



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۳	محنت بزرگی	۵۰	اپنے جذبات کو سنت کے تابع کرنا اصل کمال ہے
۶۴	عالم تعلقات میں ناگواری کا منشا	۵۱	دینی اور اخلاقی اقدار کی حفاظت ضروری ہے
۶۵	حبِ جاہ کا علاج	۵۲	حسنِ خاتمہ کی فکر میں لڑنا ترساں رہنے کی وجہ
۶۶	ندامت اور اعترافِ قصور	۵۳	حسنِ خاتمہ فعلی اختیار ضرور ہے مگر ڈرنے کی ایک وجہ ہے
۶۸	ناز اور ریاس کا علاج	۵۴	تجدیدِ سلاسل اور مسلکِ تھانوی
۶۹	خلاصہ مسلکِ تھانوی	۵۷	حضرت والا کی مجددیت
۷۰	سلوک کی ابتداء اور انتہا	۵۸	وحدۃ الوجود
۷۲	سعی اور تکمیل	۵۸	مجاہدے اور کیفیات
۷۶	غفلت کی مذمت اور رجوع	۵۹	روحانی کیفیات
۷۸	الی اللہ کی ترغیب	۶۰	شیطان کا ایک فریب
۷۸	پندار کا صنم کدہ ویران کئے ہوئے	۶۱	احوالِ صادقہ
۸۰	ذکرِ فکر اور مقامِ شکر	۶۱	معاشرت اور سلوک
۸۳	اسبابِ تقویتِ روح اور	۶۲	عالم تعلقات اور پائے انفاق
۸۳	نہ رمارِ حسنِ خاتمہ		
۸۳	فکرِ خود		
۸۵	اصلاح کا آسان طریق		
۸۷	فرائض و واجبات کی اہمیت		
۸۸	میشانِ شریف کا اہتمام اور اسکی اہمیت		



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۷	حقیقت بندگی	۹۵	عازمینِ حج کو ہدایات
۱۱۷	سرچشمہ محبت	۹۸	موجودہ ماحول اور عالمی فرائض
۱۱۷	مہرِ دل		اور دستور العمل
۱۱۸	مقصود سالک	۱۱۳	بلفظ اندک و معنی بسیار
۱۱۸	کسی کے لئے ہمیشہ دعا کرنی کی ترکیب	۱۱۳	جلال و جمال
		۱۱۴	فسخ و کیمیا
۱۱۹	جاہ پندی کی مذمت	۱۱۴	قبولیت دعا کی حقیقت
۱۱۹	طریق تحصیل محبت	۱۱۴	طاوت اور عدم طاوت کے نتائج
۱۱۹	صحبتِ اہل اللہ کی قدردانی		
۱۲۰	غفلت کی حقیقت	۱۱۵	تاثیرِ صحبت
۱۲۰	بندہ کا دستور العمل	۱۱۵	شرط و اصول
۱۲۱	قلب سالک	۱۱۵	ندامت کی خواہش
۱۲۱	حضرت والی کا علم کو ایک مشورہ	۱۱۵	شکر کے آثار
۱۲۲	تجدیدِ نظر	۱۱۶	حقیقتِ علم
۱۲۲	دو دشمن	۱۱۶	تہذیب کا مبحث
۱۲۴	حدود اللہ	۱۱۶	فراغتیں اور مصروفیتیں
۱۲۵	ظاہر کی اہمیت	۱۱۶	دل کی موت
۱۲۷	حضرت عارفی مدظلہ کے چند متفق غیر مطبوعہ اشعار		



# اقوال و اقوال

الحمد لله حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے سلسلے میں مخدومی و محترمی جناب ڈاکٹر عبدالحی صاحب مدظلہ العالی کی زبان مبارک سے سُننے ہوئے ارشادات کو۔ افادات عارفیہ کے نام سے ہدیہ ناظرین کر رہا ہوں۔

میں نے ابتداءً ان مضامین کو صرف اپنی یادداشت و استحضار کے واسطے قلمبند کرنا شروع کیا تھا۔ رفتہ رفتہ عرفان و حقائق کا کافی سرمایہ ہو گیا۔ یوں تو میں نے اس مجموعہ کے اکثر مضامین خود ڈاکٹر صاحب کو اور اپنے دوسرے زندگیوں کو سنائے اور سب نے اظہارِ پسندیدگی فرمایا۔ مگر میرے محترم دوست مولانا سلیم اللہ صاحب (مدرس دارالعلوم کراچی) کی حسن نظر اور حسن سماعت سے جب یہ مضامین گزرے تو انہوں نے ان کو اہل دل حضرات کے لئے بہت کچھ لبیرت افروز پایا۔ انہیں کے پر خلوص اصرار اور حوصلہ افزا تحریک نے مجھے اس مجموعہ کو مشہور عام پر لانے کے لئے آمادہ کیا۔ جب ڈاکٹر صاحب سے میں نے اس کی اشاعت کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم سے استمراج کر لو۔ اگر وہ اجازت دیدیں تو کچھ مخالفت نہیں۔ الحمد للہ مخدومی و محترمی حضرت مفتی صاحب نے نہ صرف یہ کہ اسکو



نظر استحسان سے دیکھا بلکہ خوش ہو کر چند سطروں بھی بطور اظہار پسندیدگی تحریر فرمادیں جو ہم سب کے واسطے بڑی طمانیت اور تقویت کا باعث ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین۔

حقیقت یہ ہے کہ محترم ڈاکٹر عبدالحی صاحب دامت فیوضہم  
اپنی مجلس میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ العزیز کے  
ملفوظات کی اس انداز سے تشریح فرماتے ہیں کہ ملفوظات کا مفہوم  
نہایت جافہ بیت کے ساتھ ولفشین ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب خود  
فرماتے ہیں کہ میرا مقصد صرف یہی ہے کہ چونکہ میں حضرت والا قدس سرہ  
سرہ کی تعلیم و تربیت و توجہات و دعاء کی برکت سے اور حضرت کے  
مواعظ و ملفوظات بالمشافہ سنے اور کثرت مجالست و مکاتبت  
سے بہرہ اندوز ہوا ہوں اس لئے جی چاہتا ہے کہ اپنی استعداد و صلاحیت  
کے مطابق ان لوگوں کے سامنے جن کو حضرت کی مجلس میں شرکت کا  
اور حضرت والا کی زیارت کا موقعہ نہیں ملا ہے حضرت والا کی  
تعلیمات ان کے خصوصی مذاق کے ساتھ پیش کروں اور ملفوظات  
میں جو خاص شانِ مجددیت ہے اور حکیم الامت ہونے کا جو خصوصی  
درجہ حاصل ہے۔ اس کی اپنے الفاظ میں تشریح و وضاحت کروں۔  
کیا عجب اس طرح سے اہل طلب میں حضرت کی تالیفات اور  
مواعظ و ملفوظات سمجھنے کی استعداد اور فہم سلیم پیدا ہو جائے  
اور زیادہ سے زیادہ تشنہ کا مانِ رضا کے الہی اپنی میرابی اور



کامرانی حضرت والاؒ کی تصانیف سے حاصل کر سکیں ۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ڈاکٹر صاحب کو تادمتِ مدید  
صحت و عافیت کے ساتھ سلامت رکھ کر ان کے فیضانِ روحانی،  
تعلق مع اللہ اور نسبت مع اللہ کی برکت سے طالبانِ حق کو  
ہر شعبہ زندگی میں فرائض و واجبات کی ادائیگی میں مصروف رہنے  
کے اہتمام کی توفیق عطا فرمائیں اور مجھے ہمیشہ اپنے نیک بندوں  
کے ساتھ وابستہ فرمائے رکھیں ۔

گرچہ از نیکانیم لیکن بہ نیکان بستہ ام  
در ریاضِ آفرینش رشتہٗ گلستہ ام

اور میں اسی میں اپنی سعادت سمجھتا رہوں ۔ آمین ثم آمین

میں ادارہ اشاعت اسلام کراچی کے ۳۱ کا شکر گزار ہوں

جس نے افاداتِ عارفیہ کی طباعت و اشاعت کی ذمہ داری قبول  
کی اور پورے اہتمام کے ساتھ اس کو شائع کیا فخر اہ اللہ تعالیٰ نے  
احسن الجزاء ۔

مسعود احسن

۲۵ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

مطابق

۱۵ جولائی ۱۹۶۶ء



تقریظ از حضرت محمد نجم الحسن صاحب۔ احسن نگار می مدظلہ العالی  
مجازِ صحبت حضرت حکیم الامتہ قدس سترہ

عزیزم مسعود احسن صاحب اللہ تعالیٰ نے تقریباً نصف  
حصہ لفظ بہ لفظ مجھے پڑھ کر سنایا۔ میں خود ضعیف بصر کے  
سبب لکھنے پڑھنے سے معذور ہوں۔ سن کر بے اختیار صاحب  
ملفوظ اور مرتب کے لئے دل سے دعائیں نکلیں۔ میں ایک  
عامی آدمی ہوں معارف کے باب میں کیا زبان کھول سکتا ہوں  
بہر حال یہ کہنا ہی پڑتا ہے کہ یہ مجموعہ ماشاء اللہ "مسلك شرفی کا ائینہ"  
کہے جانے کے قابل ہے۔

زمانہ ہوا کہ بلا تکلف کچھ اشعار تصور میں حضرت عارفی سے  
مخاطبت کے طور پر ہو گئے تھے وہ ہریش مسعود احسن صاحب کی  
خدمت میں پیش کرتا ہوں اور وہ اشعار یہ ہیں۔

تاگوں ارشد گوارا عارفی	تلخ تر کن بادہ ہارا عارفی
جرعہ از بادہ فروم بدہ	اے سرت گرم خوارا عارفی
تیز تر کن تیر تر کن تیز تر	بادہ ہاکن بادہ ہارا عارفی
نکبتے از زلف مشکینش بیار	روز کن شب ہائے مارا عارفی
نغمہ دریا دریا رچی زن	نندہ ہاکن مردہ ہارا عارفی
سے بہ جام دے بہ کام دے بہ لب	سے فردشی سے گسارا عارفی

”بوسے آں دلبر چہ پراں می شود“

حسن ساز و عشق ہمارا عارفی

مست خواندی نغمہ ہائے اشرفی  
چوں ز تھانہ شمس اشرف رخ نمود  
تھانہ ہم قونیہ ہم تبریز ما  
حرفہا از گفتم اشرف بزن  
عارفی را پیچ زلفش کنج خسلد  
مست کردی جان ما را عارفی  
لعل گشتہ سنگ خا را عارفی  
رومی و شمس مست ما را عارفی  
میر حق کو آشکارا عارفی  
شانہ آن زلف دو تا را عارفی

”یاد یار ہر بال“ شد شعرا و

حسن آتش نوا را عارفی

محمد نجم حسن

۵ ربیع الاول ۱۳۸۲  
مطابق ۲۵ جون ۱۹۶۶ء



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم

مجاز بیعت حضرت حکیم الامتہ قدس سرہ

دستور دار العلوم کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خانقاہ امدادیہ کھانا بھون کھئے یا ایک دکان معرفت اسکے

دور اول کا تو تذکرہ ہی بزرگوں سے سنا ہے البتہ دوسرے دور سیدی

حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ کی مجلس کو بجز اللہ آنکھوں سے

دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ع

نازم بخشیم خود کہ جمال تو دیدہ است

اس مجلس کے جریدہ نوش ملک بھریں لاکھوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے

تھے اور بجز اللہ اب تک بھی بہت سے موجود ہیں۔ کراچی میں ہمارے محترم بزرگ

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب دامت برکاتہم کو حق تعالیٰ نے

حضرت سے بچند وجوہ خصوصی تعلق عطا فرمایا تھا۔ خلیفہ مجاز تو بجز اللہ

اور بھی بہت ہیں مگر شیخ کارنگ جن میں جھلکتا ہو دو کمر ہی ہوا کرتے

ہیں۔ ہمارے محترم خواجہ عزیز الحسن صاحب تجذوب نے فرمایا تھا ہے

مجھے دیکھو آئینہ یار ہوں میں

جلا کردہ دست دلداریوں میں

اللہ تعالیٰ نے مبالغہ اور تزکیہ من غیر حق سے محفوظ رکھیں ڈاکٹر صاحب

کو دیکھ کر مجھے مجذوب صاحب کا یہ شعر یاد آیا کرتا ہے۔ اور جب ان کو

دیکھتا ہوں تو عموماً اصغر گونڈ دی کا یہ مصرع زبان پر بھی آجاتا ہے  
ابھی کچھ لوگ میں ساتی کی محفل دیکھنے والے

محترم مسعود احسن صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے ذریعہ حضرت حکیم الامتہ  
قدس سرہ کے ملفوظات و حکم کو مع ان کی اپنی ذوقی شرح و وضاحت جمع کر کے  
اس مقدس مجلس کا گویا ایک خاکہ لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اللہ  
تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اس مجموعہ کو پورا دیکھنے کی فرصت نہیں ملی  
بعض بعض مواقع سے سنا جس سے اندازہ ہوا کہ حضرت کے علوم و حکم کو  
ماشاء اللہ بڑے سلیقہ سے پیش فرمایا ہے میں تو اس کے بارے میں  
صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں ۔

حرف از زبان یار شنیدن چہ خوش بود

یا از زبان آنکہ شنید از زبان دوست

اللہ تعالیٰ صاحب ملفوظات اور جامع ملفوظات کو جزائے خیر  
عطا فرمائے اور قبول فرمائے اور اس ناکارہ کو بھی اپنے عباد صالحین  
کے ساتھ ملحق فرمائے و ما ذالک علی اللہ بعزیز

بندہ محمد شفیع عفا عنہ

دارالعلوم کراچی ۳۱

۲۷ صفر ۱۳۸۶ھ



# حضرت والا کی مجلس

ارشاد فرمایا کہ ہمارے حضرت نے گویا ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جاکر جہاد کیا۔ وہی ادا میں لیں، وہی نقشے مرثب کئے اور وہی تصویر کھینچ کر دکھا دی۔

ایک وارث نبی کی مجلس ہے، حدود کی تحقیق ہو رہی ہے، تو واضح کو دل میں بٹھایا جا رہا ہے، غیبت کی بنی کو طرح طرح سے سمجھایا جا رہا ہے، آداب مجلس اور آداب انسانیت بتائے جا رہے ہیں، حقوق العباد کی اہمیت کو واضح کیا جا رہا ہے، دین کی عظمت اور محبت کو قلب میں اتارا جا رہا ہے، ظرافت اور مذاق کی باتیں، گھر کے حالات، سالکین کی دلجوئی، ان کی تربیت، سادہ اور سب سے تکلف معاشرت کی خوبیاں، فراغت قلب اور تعلق مع اللہ کے طریقے، فکر آخرت، مقصود وغیر مقصود میں امتیاز، عمل کا اہتمام، عبادت ترک مال یعنی غرض ہمارے حضرت نے وہی حضور کی مجلس کا خاکہ اتارا اور صحابہ کی زندگی کا نمونہ پیش کیا، یہ صحابہ حضور کے تربیت یافتہ تھے، دیکھو انھوں نے کس طرح حق ادا کیا بندگی کا ہم بھی اسی طرح حق ادا کرو، انھیں کا اتباع کرتے رہو۔ ایک طویل مدت تک اسی پنج پہ تربیت فرماتے رہے اور اس کے بعد جو اس مجلس سے اٹھا ہے وہ ایک رنگ لئے ہوئے اٹھا ہے۔

دیکھتا ہے جو ہمیں سرشار ہو جاتا ہے وہ

اس طرح کچھ پی کے اٹھے ہیں تری غلطی ہم

ساتھ سال تک اہل علم اور طالبین جو کچھ حضرت سے سنتے رہے لکھتے رہے۔ سادہ سی  
مجلس ہے اور سادہ سے لوگ اور تین چار اہم کام ہیں کہ مستقل ہو رہے ہیں  
اور عادیوں کے لئے ہو رہے ہیں۔ حضرت "فائقہ کی سہ دری میں بیٹھے جو  
پیر، طالبین اور سالکین موجود ہیں۔ — دیکھئے یہ چارے حضرت کا حلقہ  
ہے۔ — ظہورِ عمر کا درمیان ہے حضرت "خافہ بن اور غائبین پر توجہ  
فرما رہے ہیں، دورِ دراز سے سالکین کے خط و خط کا دھیر لگا ہوا ہے، قلم اور خط  
حضرت کے ہاتھ میں ہے۔ — بے چوڑے خطوط۔ حضرت وال جواب  
تخریر فرما رہے ہیں جو خط قابلِ نقل ہوا اس کو علیحدہ کر لیا اس "ترتیب الملک"  
تیار ہو رہی ہے۔

اس دوران میں حضرت گفتگو بھی فرماتے جاتے ہیں جو کچھ فرماتے جاتے  
ہیں طالبین اس کو لکھتے جاتے ہیں اس سے "ملفوظات" تیار ہو رہے ہیں  
پھر کون شخص آگیا اور انجمنی ہوئی اور بے زہنی بات کی حضرت  
اس میں مشغول ہو گئے۔ دیر تک مشغول رہے اس پر اس کی غلطی واضح  
کر دی اور مگر بھر کے لئے اس کو سبق دے دیا اور ایسا بھر دیا کہ کم از کم یہ غلطی  
تو اس سے زندگی بھر صاف نہ ہوگی اور اسی کے ساتھ ساتھ جتنے بیٹھے ہوئے  
ہیں سب کی اصلاح ہو رہی ہے، ہر بات میں حدود کی نشان دہی  
کی جا رہی ہے۔



ابھی ایک شخص سے الجھ رہے تھے اس سے فارغ ہوئے تو لکین اور حاضرین سے ملت کے ساتھ باتیں شروع کر دیں، دجولی فرما رہے ہیں! اسی میں مہمان نوازیوں اور خاطر مدارات ہو رہی ہے، ظرافت اور مذاق کی باتیں کر رہے ہیں، ہر تقریب میں تفریحات ہیں اور جعفرت سب میں گنگے ملے پھر رہے ہیں باتیں کر رہے ہیں۔ نہ چونہ نہ تسبیح، بے تکلف انداز سادہ لباس، نہ کوئی خصوصیت نہ کوئی امتیاز۔۔۔۔۔ واہ واہ! اس

مجدد وقت نے عجب انداز سے تعلیم و تربیت کی ہے۔

اہل ظاہر تجھے سمجھے نہیں اے سادہ جہاں

کوئی اس حسن کو پوچھے ہم ادا دالوں سے (مجزوب)

ان کی ہر ادائیں اپر کشش اور بر گفتگو میں ایک سبق ہے۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم

کرشمه و امن دل می کشد که جا اینجاست

مدار سلوک

حضرت والدؑ کا ہم پر بہت احسان ہے حضرتؑ کے ملحوظات سننے سے معلوم ہو گا کہ اس شیخ کا کیا مرتبہ تھا۔ ہم نے اپنی زندگی میں سوائے انکی بات کے سننے کے کچھ نہیں کیا۔ ہمیں دیکھ لو ہم کیا کر رہے ہیں اور کیا بتلا رہے ہیں۔ ہم بتلا رہے ہیں کہ تمام توہمات و ماغ سے نکال دیجئے اور خوب

سمجھ لیجئے کہ یہ راستہ اللہ کا سوائے حضورؐ سے پوچھے مل نہیں سکتا، پوچھو  
حضورؐ سے کیا فرماتے ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں ”فاتبعونی“ بس چلے آؤ  
شکر اور اتباع شروع کر دو۔ صبح سے شام تک کے اعمال ڈھال بوسنت  
حضورؐ میں، حضورؐ جس طرح لکھتے تھے اُٹھو اسی طرح، جس طرح کھاتے تھے  
کھاؤ اسی طرح۔ ارے سہل سے سہل زندگی ہے بلکہ سہل الممتنع۔ گھر میں  
داخل ہونے کا مسنون طریقہ، سونے کا مسنون طریقہ، کاروباری زندگی، مخلوق  
سے تعلق، معاملات ہوں یا معاشرت زندگی کے ہر گوشہ میں اتباع اور  
فرمانبرداری ہے، کوئی پہلو فراموش واجبات سے خالی نہیں۔

## اصلاح خالقانہ

ہمارے حضرتؐ مجدد ہیں فنِ تصوف کے۔ تربیتِ باطن کے  
جو طریقے بزرگوں نے تدبیر کے درجہ میں اختیار کئے تھے اور علاج کے لئے تجویز  
کئے تھے اہل خالقانہ انہیں کو مقصود سمجھ بیٹھے تھے۔ نفس کشی کا سلسلہ، توہم پرستی،  
شخصیت پرستی، قبر پرستی، چلے کشی، مراقبات، ذوقیات، مجاہدے کیفیات،  
تصرفات یہی سب کچھ میثاث تھی خالقانیت کی جو صدیوں سے چلی آرہی تھی حضرت  
والا نے سب خالقانہ ہی رسم و رواج کو ختم کیا اور فرمایا کہ تم نے غیر مقصود کو مقصود  
سمجھ لیا، جو چیز مرکب ہے۔ مذہب اور غیر مذہب سے اس کو تم نے فرض  
واجب کا درجہ دے دیا، ان رسومات ہی کو تم نے منتہائے کمال سمجھ لیا،



کشفیات اور تعارفات کو تصوف کا اصل ثمرہ سمجھ بیٹھے، تم مراقبوں اور متقوں  
 ہی میں گھر کر رہ گئے، نفسانی کیفیات کو روحانی لذت اور وجد و حال کو ارفع  
 حالت سمجھنے لگے۔ مبشرات، فتوحات اور کرامتوں کے قفے لے کر بیٹھ گئے،  
 تعقل کو تفلویض سمجھ لیا۔ مقصود و مقصدارے ہاتھ سے نکل گیا اور تم جادہ شریعت  
 سے دور جا پڑے۔

وہ گئی گھر کر عدد و شوق میں کچھ نہ نکلی ہمت پر دوازہ دل  
 ہمارے حضرت نے کل رسومات کو حذف کر دیا اور چاروں سلسلوں کی  
 تجدید کی اور فرمایا کہ یہ نہ سمجھنا کہ تعلیم و تربیت اور روحانیت ہمارے یہاں  
 نہیں مگر روحانیت کی ترقی منحصر ہے تعمیل احکام میں کیفیات اور اسکا شفا  
 کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ ساری شریعت اور تمام سلوک آیات تعبیر  
 و آیات نستعین اعدنا انصرنا المستقیم و اطالذین النعمت  
 علیہم کے اندر ہے۔ وہ کون لوگ ہیں جن پر انعامات ہوئے، انبیاء،  
 صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں، انہیں کا مسلک اختیار کرو۔ انہیں کی تقلید  
 کرنے سے سب کچھ ملے گا۔ یہ اللہ کے راستہ پر چلے ہیں ان کے پیچھے پیچھے  
 ہولو۔ ان کے یہاں صرف وہی ہوتا ہے جو اللہ اور رسول نے بتلادیا ہے۔  
 جو وہ سو برس کے جتنے نشیب و فراز تھے حضرت نے سب ہموار  
 کئے اور پھر حضور کی چوکھٹ پر لا کر کھڑا کر دیا۔ تربیت باطن دربار رسالت  
 سے زیادہ اوزکیاں میسر ہوگی۔

# تعیین مقصود

پہلے معلوم کرو کہ تمہیں تشنگی کا ہے کی ہے اور کس چیز سے بچھے گی ؟  
 دین کیا ہے، اور کس لئے حاصل کرنا چاہتے ہو ؟ مقصود متعین کر لینا بڑا ضروری ہے،  
 سکھوانے حکیم صاحب نے عرض کیا کہ " مقصود تو معلوم ہے کہ رشتائے  
 حق ہے ۔ "

ارشاد فرمایا کہ اسی کو سمجھنا ہے کہ مفہوم کیا ہے رضا، حق کا ؟ معلوم نہیں  
 مدنی رضا لئے حق کو کیا سمجھا۔ خدا جانے اور ادو وظائف سمجھا، ترک دنیا سمجھا،  
 ترک لذات سمجھا، کشف دکرامات سمجھا، زندگی اپنے اندر ہزاروں نشیب و  
 فراز لئے ہوئے ہے نہ جانے کیسی کیسی گھاٹیوں سے گزرنا پڑے، اب کسی  
 مقام پر جا کر نہ محسوس کر سکے کہ اللہ میاں راضی ہیں تو کیا کر دو گے، سلامتی  
 کی بات یہ ہے کہ تعمیل حکم کو مقصود سمجھتا رہے۔ جب معلوم ہو گیا کہ مقصود  
 نہایت ہی اعمال میں تو پھر کرتے رہئے ۔

بشنود یا نشود آرزوئے میکنم حاصل آید یا نیاید جستجوئے میکنم  
 جب یہی شیوہ ہے تو کئے جاؤ یہی حاصل ہے یہی مقصود ہے ۔  
 کیف شوریدہ سری یا لذت بے حاصل + بے محبت کا یہی حاصل یہی حاصل ہے  
 اس وقت کوئی چیز قابل طلب نہیں سوائے توفیق اعمال صالحہ کے۔ منہ از  
 بے کیفی اور بدحواسی کے ساتھ پڑھی مگر وقت پر پڑھی مقصود حاصل ہے ۔



اب راستہ میں ہزاروں دھو سے آئیں، ہزار عنوان سے شیطان سمجھائے کچھ پروانہ کرنی چاہئے۔ قبول کے پھیر میں تم نہ پڑنا دوسرے کے کام میں غم کیوں دخل دیتے ہو۔ قبول کرنا تو ان کا کام ہے۔ تم کام کئے جاؤ انھوں نے کہہ دیا ہاتھ اٹھاؤ، ہاتھ اٹھا لو، دعا مانگ لو، رو لو، آہ و زاری کرو۔ قبولیت کے آثار نظر نہیں آرہے نہ آئیں اسی طرح جیو۔ جب یقین کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ یہ دروازہ انھیں کا ہے کھٹکتا ہے جاؤ۔ دروازہ تو انھیں کا ہے۔

موج خوں سر سے گزری کیوں نہ جلے  
آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا۔

## حضرت والا کا مسک

حق تعالیٰ حضرت والا کے مدارج بلند فرمائے، مقصود کو اچھی طرح سمجھا کر بڑا احسان فرمائے ہیں۔ طالبانِ حق کو بڑی تسکین دے گئے ہیں۔ اس مجددِ وقت نے صحابہ کرام کا مذاق پیدا کرنا چاہا اور پیدا کر گئے ہیں۔ تعجیذ رسالت کا روح کی بلند یوں کا معیارِ کامل بتا گئے ہیں۔ وہاں کیفیات تھیں نہ ذوقیات، نہ وجد تھانہ حال۔ بس حکم کی تعمیل ہو جائے۔ چاہے سرتن سے جدا ہی کیوں نہ ہو جائے اور فی الحال چاہے کچھ بھی مل جائے اور چاہے کچھ بھی نہ ملے۔ حضورؐ نے تو اللہ واحدِ مطلق کی طرف متوجہ ہونے کو

کہا تھا اور اس کائنات کو آزمائش کا سامان بنا کر آخرت اور غیب کی بشارتیں  
 دی تھیں۔ ان یتیم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت نہ خزانہ تھا نہ فوج۔ ایک  
 بے کیف و تعلیم حق قوم کے جذبات کے خلاف رستم و رواج کے خلاف، سائے  
 عالم کے خلاف، حاکم کی تعمیل کرتے رہو اور بڑھتے رہو، خلافت، کیفیات،  
 اور ذوقیات۔ تو سب راستہ کی چیزیں ہیں اور ضمنائیں ہیں، مقصود تو نہیں ہیں  
 ایک مرتبہ حضرت والائے نے تمام باطن کے مقامات کا تذکرہ فرمایا،  
 تعلق مع اللہ اور ودیشی کی راہ میں چلنے والوں کے حالات کا تذکرہ کیا  
 اور پھر فرمایا: مگر سب کا خلاصہ یہ ہے کہ حقوق واجبہ ادا ہو جائیں، احکامات  
 الہیہ کی تعمیل ہو جائے۔ اگر ودیشی کا انجام یہ ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ  
 بھئی نہیں۔ تعمیل حکم کے دوران میں اگر کیف پیدا ہو جائے تو علی نور  
 اور اگر نہ ہو تو کچھ پرنا نہیں ہے

نہی ہی کیا کم کہ ہوں میں بھی حریم نازیں التفات حسن سے بخود بھی غافل ہی  
 غم ان کے ہو کر تو دیکھو، تم احکامات الہیہ کی پابندی کر کے رضائے الہی حاصل  
 کرنے کی سعی المقدور کوشش تو کر لو، پھر سب کچھ ہی مل جائے گا  
 شاید یہی تسلیم و محبت کا صلہ ہے  
 ہر دولت حسن و جہاں میرے لئے ہے

مگر تم تو نفس کے غلط راستہ سے آتے ہو اور نفس مقصود تک نہیں  
 پہنچنے دیتا، طلب لذت میں الجھا دیتا ہے۔ شیطان راہ مار دیتا  
 ہے



یاں لعل فسوں ساز نے باتوں میں لگایا

دے پیچ ادھر زلف اڑا لے گئی دل کو

شیطان نے کہا کہ ماریا کام، کیفیتوں پر اور لذتوں پر نظر جم گئی، مقصود سے نظر ہٹ چکی، پس مطمئن ہے کہ طبیعت میں یہ کیفیت راسخ ہو جائے

پھر تو جب چاہوں گا ماریوں کا نہ دین کا چھوڑ دوں گا نہ دنیا کا سہ

پھیلنے دھیل پائی ہے ہمارہ یہ سادہ ہے میاں مطمئن ہے کہ کانٹا نکل گئی

شیخ کا کام یہ ہے کہ شیطانی راہوں سے نکال کر سیدھے راستہ پر

ڈال دے۔ ابیس کا راستہ میں جہاں جہاں شاکیہ تھا، ہمارے حضرت نے

سب صاف کر دیا۔ اب مخدوش راستہ امت اختیار کر دے۔ سیدھے راستہ پر

ہو لو۔ سمجھ لو ایک دفعہ آستانِ یار یہی ہے بس سیدھا سادہ سجدہ کر لو، حکم

کی تعمیل ہو جائے۔ کیفیات ذوقیات سب فانی چیزیں ہیں، عطا ہے

اگر مل جائیں۔ لیکن بے کیف سجدہ ! اللہ اللہ ! ! نفس و شیطان نے

مزاحمت کی، ماحول مزاحم ہوا، طبیعت نے مخالفت کی، مشاغل

نے رد کا مگر اس حضور کے امتی نے آکر آستانِ یار پر سر رکھ ہی دیا۔

دل حاضر نہیں، سکون نہیں، ذہن منتشر ہے، طبیعت مکرر ہے مگر

سر ہے کہ رکھا ہوا ہے۔ یہ شخص جو اس وقت سر بسجود ہے ایک دفعہ

سمجھ چکا ہے کہ آستانِ یار یہی ہے، پھر لاکھ موانعات آئیں مگر یہ

ثابت قدم رہتا ہے سہ

جہہ سائی سے اگر کچھ نہیں حاصل نہ ہی کس طرح چھوڑے سنگ درجہاں کوئی

کچھ معمولی بات ہے۔ ۱۔ ارے یہ سر دہاں رکھا ہوا ہے کہ اس عالم میں حضور کے امتی کے علاوہ کسی کی مجال نہیں کہ وہاں باریاب ہو جائے۔ نہ ساجد ایسا نہ مسجود۔ ساجد و مسجود کا رشتہ برقرار رہنا چاہئے۔ ہوائیں کیسی بھی چل جائیں۔ حالات کچھ بھی گزر جائیں، واقعات کیسے بھی آپڑیں، مگر یہ رشتہ نہ ٹوٹنے پائے۔ حالات سب منقلب ہونے والے ہیں، کیفیات سب خالی ہیں، باقی جو کچھ ہے وہ یہ عمل ہے۔ بس یہ دیکھے جاؤ کہ سجدہ ہے یا نہیں، یہ مت دیکھو کہ کیف ہے یا نہیں۔

یہ مسلک بظاہر خشک سا معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت اتباع اسی میں ہے اور اتباع ہی سے ملیگا جو کچھ ملے گا۔ جو نفس بتائے وہ باطل اور جو حضور بتائیں وہ حق ہے۔ صورت نماز کی بناو، کیف ہو کہ نہ ہو۔ ضابطہ کا کام کرتے رہو پھر رابطہ بھی پیدا ہو جائے گا۔ یہ ضابطہ کا سجدہ رنگ لائے بغیر نہیں رہے گا طلب صادق ذوق کامل پیدا کر دے گی۔ جب تم عبادتوں کو خالص اللہ کے لئے کر لو گے اور یقیناً جلدی ہی کر لو گے کیونکہ لذت و کیف کے تو تم طالب ہو نہیں پھر حضور کے اتباع کی برکت سے کائنات کی ایک ایک شے افزائش ایمان کا سبب بن جائے گی۔

چیت دانی بادہ گلگون مصفا جوہرے

عشق را پروردگارے حسن را پیغمبرے

دیکھا کیا دولت پاگئے۔ اس بے کیف سجدہ نے آخر تمام جذبات عشق

کو جگا دیا۔ تمام تجلیات اور مشاہدات کو مصفا بنا دیا۔ تمام کیفیات تم پر



نچھا دیو گئیں۔ اللہ کی قدرت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

یہاں تک بڑھ گئی دار فتنگی شوقِ نظارہ

حجاباتِ نظر سے پھوٹ نکلا حسنِ جانانہ

یہ بے کیف سجدہ پیغامِ رساں بن گیا بارگاہِ الہی میں کہ ایک عاجز در ماندہ ،  
بے کس ، بے نوا بندگی اور فرماں برداریوں میں کوشاں ہے ، اپنی کوتاہیوں پر  
منفعل اور آپ کی عنایتوں کا طلب گار ہے ۔

یہ ملتا ہے خدا پرستی میں اور حضورؐ کے اتباع میں ۔ یہ تھا ہمارے  
حضرتؑ کا مسلک جس کو ہم نے اپنی زبان میں کچھ بتلایا ۔

## مُعَامَلَات اور مُعَاثِرَت کی اصلاح پر توجہ

ایک سلسلہ گفتگو میں ارشاد فرمایا کہ پہلے مقصود کو سمجھ لو اچھی طرح سے  
کہ کیا ہے ؟ اور مقصود یہ ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا ہو جائیں  
کیف سے بے کیفی سے ، خوف سے محبت سے ، وسوسوں و خطرات سے ،  
بیدلی سے ، شرما و حنوری سے کسی طرح ادا ہوں ادا ہو جائیں جس طرح بعض  
مرتبہ حقوق اللہ کی ادائیگی میں دل نہیں لگتا مگر ادا کرتے ہیں اسی طرح  
حقوق العباد کو بھی دل چاہے نہ چلے ادا کرتے رہو ۔ نماز میں وسوسوں و  
خطرات آتے ہیں تو بوجھتا جاتا ہے کہ کس طرح ان کو دور کیا جائے ۔ کیسے  
حنوری حاصل ہو ؟ مگر حقوق العباد کی ادائیگی میں کبھی نہیں پوچھتے ۔

کیا اس میں دس دس نہیں آتے؟ کیا نفس و شیطان اس وقت چھوڑ دیتے ہیں؟ جب نماز پڑھتے ہو تو درجہ احسان حاصل کرنا چاہتے ہو مگر جب معاملہ کرتے ہو۔۔۔ تب بھی اللہ میاں نظر آتے ہیں یا نہیں؟ عجیب بات ہے جو انوار کی جگہ ہے وہاں تو دس دس کی شکایت اور ظلمتکدہ میں شکایت نہیں۔ ارے جہاں گندگی ہے وہاں کیوں دس دس کا تذکرہ نہیں کرتے۔ فیل تو یہاں چھڑکنے کی ضرورت ہے معاملات اور معاشرت میں جو گندگیاں ہیں، فاسد خیالات ہیں، بری نیتیں اور ناپاک ارادے ہیں ان پیکوں نظر نہیں جاتی اور نماز میں تو آپ سرکارِ دو عالم کی ہیبت سے کھڑے ہوتے ہیں۔ یہاں کیا شکایت! یہ ہیبت تو خود مانع ہو رہی ہے منکرات سے۔

جب یقین کے ساتھ سمجھ لیا کہ مقصود صرف فرائض و واجبات کی ادائیگی ہے اور فرائض و واجبات جس طرح عبادات میں ہیں اسی طرح معاملات اور معاشرت میں بھی تو پھر کسی ہی حالت ہو طبیعت میں غصہ ہو، کڑھن ہو، گرانی ہو حق واجب ادا کر دیا جائے مقصود حاصل ہے۔

## غیر مقصود ذوق و شوق کی مذمت

ہندوستان کے دو آبہ اور یونان میں دینی اعتبار سے بڑے بڑے صاحبِ کمال اور مفکر گزرے ہیں فلسفہ نہیں سے شروع ہوا ہے اہل یونان



کذاست مشہور ہے ان کے بچے کے سامنے کسی چیز کا نام لیجئے اور شام تک اس پر ایک طویل افسانہ سن لیجئے۔ غضب ہے ان لوگوں نے محبت کی تصویر بنائی کہ ایک بچہ ہے اندھا ہوا میں اڑا جا رہا ہے۔ لفظوں میں کیسا سمجھاتے تصویر بنادی جس میں محبت پسندی ہے نادانی اور معصومیت ہے چاہتی ہے کہ ہوا میں اڑ جائے۔

جموت چھات ہندوستان کے مفکرین کا سبق ہے۔ امتیاز کی ایک وجہ نکالی گئی ہے۔ ان لوگوں کے ادراکات بڑے لطیف تھے نظر تو دور تک پہنچی مگر گمراہ ہو گئے۔ جس چیز سے فائدہ پہنچا اسی کی پرستش شروع کر دی یا جس سے مرعوب یا خوف زدہ ہو گئے اس کو پوجنے لگے۔ تلمیسی کی پتی ملیز کے لئے مفید ہے تو کرو اس کی پرستش۔

دنیا کے اعتبار سے یہ سب لوگ عقلمند ہی تھے ذہین تھے، فلسفی تھے مگر ان کے پیڑ مرشد شیطان نے کہاں کہاں بھسکایا، کہاں کہاں سر جھکوا یا، معلومات کی لذتوں میں گم ہو گئے، علم کے نشہ میں عمریں گزادیں۔ پھر ہر مفکر کا ایک ہدف اندق تھا ہی ان کی رہبری کرتا تھا تو قوت تھینک نے ہزاروں دیوتا تراش لئے، گمراہیوں اور ظلمتوں میں بڑھتے چلے گئے۔

پیغمبر کے سمجھانے کے لئے مگر اپنا ذوق کیسے بدل دیا جائے یہ تو برسوں کا پرانا ذوق تھا، باپ دادا کے وقتوں کا ذوق، پیغمبروں کو تھلایا مگر اس ذوق و شوق اور لذت کو نہ چھوڑا۔۔۔۔۔ اور کہنے لگے وہ عذاب نے آئے جس کا آپ ڈرا دیتے ہیں۔ اللہ اللہ ابھر کیسے کہیے

دردناک عذاب آئے، قومیں کی قومیں فنا ہو گئیں، صفحہ ہستی سے مٹا دیں گئیں۔ یہ لذت اور شوق کے پیچھے چلے گئے شیطان نے ہزار عنوان سے اپنی پرستش کرائی۔ ہدایت کی صلاحیتیں ختم ہو گئیں اور خود کو ہدایت پر سمجھتے رہے کہ لذت تو ہے تکمیل شوق تو ہو رہی ہے جہتیں بدل گئیں، صورتیں مسخ ہو گئیں، تباہ اور برباد ہو گئے۔ اپنا ہی ایک شعر یاد آیا۔

دل نے بنایا شوق کو رہبر، شوق ہی نکلا دل کا رہزن

کون سے گا، کس کا جگر ہے، میرے نالے میرا شیون

نفس دراصل ہے لذت گیر، اور یہ لذت اور کیف ہی تباہی کا سبب بن جاتے ہیں، انسان اندھے ہو جاتے ہیں، اپنی عظمت میں، رسم و رواج میں، فنکاریوں میں مطلق العنانی میں، آزادی میں اور دولتوں میں یہ اپنی لذت کا طالب ہے۔

مے سے غرق نشاط ہے کس رو سیاہ کو

اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چلے

اسکو تو دن رات ایک سرسودا ایک کیف چاہئے اور بسا اوقات یہ لذتیں کچھ آسانی سے بھی نہیں مل جاتیں۔ بڑی بڑی کوششیں انسان ان کے لئے کرتا ہے، خطرات میں خود کو ڈالتا ہے، صعوبتیں برداشت کرتا ہے مگر مقصود وہی لذت و کیف اور اپنے شوق کی تکمیل ہوتی ہے۔

خیر اہل باطل توجہ چاہیں کریں وہ تو ہیں ہی لذت پرست مگر تعجب تو ان لوگوں پر ہے جو اہل حق سے منتسب اور عبادتوں میں بھر لذتوں کے طلبگار۔



اگر یہ بھی عبادتوں سے اور مجاہدوں سے کیفیات کو مقصود بنالیں تو ان کی  
بے راہی زیادہ قابلِ افسوس ہے۔

نہ ممکن ہو سکی تکمیلِ شرح مدعا مجھ سے  
ہزار عنوان بدلے، لاکھ اندازِ بیاں بدلے

## حق سے پھر جانو الے طالبِ حق نہیں ہوتے

کسی صاحب کا تذکرہ تھا جو اپنے سلسلہ کو چھوڑ کر کسی پیر کے خلیفہ  
بن گئے۔ اس پر بہت زیادہ افسوس کے ساتھ فرمایا: یا اللہ! کیسے مناظر  
سامنے آتے ہیں، کیسے کیسے لوگوں کے حالات سننے میں آتے ہیں، بڑی غبرناک  
بات ہے۔ اسے اللہ ہم پر بڑا فضل آپ نے فرمایا ہے۔

دل کو تپشِ شوق کی اک لذتِ تبہیم مل تو گئی لیکن بڑی مشکل سے مل ہے  
بے غبار اور سیدھے راستہ پر پڑ جانا بڑی نعمت ہے، ہمارے حضرتؒ  
نے سب چیزیں نمایاں کر کے دکھا دیں، آنکھیں کھل گئیں، در نہ جانے  
کہاں بھٹکتے پھرتے۔ آج ایک عالمِ لذتوں میں گرفتار ہے اور اسی کو  
مقصود سمجھے ہوئے ہے۔

مبتلائے کیفِ سوز و ساز ہے

دل ابھی تک ناشناسِ راز ہے

کیفِ سوز و ساز تو تھا اسے جذبات ہیں یہ بھی کوئی قابلِ التفات چیز

ہے۔ ایک غیر اختیاری غیر مامور بہ شے جو فرض نہ واجب — ایک کیفیت ہے۔ اسی لذت میں مبتلا ہو گئے۔ کیا یہی معیار ہے بزرگی کا اور خلافتوں کا۔

وہ لوگ جو حق سے آکر ناحق کی طرف ملتفت ہو جاتے ہیں وہ درحقیقت حق کے طالب ہی نہیں ہوتے۔ دل میں چور لئے ہوئے ہوتے ہیں، خود اپنے نفس کی پرستش کرنا چاہتے ہیں۔ ایک دفعہ دیکھ لو دل میں ٹٹول کے کیا چاہتے ہو؟ کھول کر بتاؤ تو۔ دیکھیں تو کتنا جگر ہے۔ آج کھل کر کہہ دو کیا طلب کرنا ہے؟ چور کا بے کور کتے ہو دل میں۔ ابھی بتائے دیتے ہیں دیکھو مستند راستہ ہے صحابہؓ کا۔

شہرت کی ہوس ہو کہ خلافت کی، لذت کی طلب ہو یا کیفیات کی۔ سب ابلہ سیت ہے نفس پرستی ہے کسی نہ کسی صورت میں۔ یہاں تو اول قدم اپنے کو مٹانا ہے۔ فنا کرنا ہے۔ کیا صحابہؓ کے حالات سے واقف نہیں ہو؟ پھر حضورؐ کے احکام کے سامنے کیسا انھوں نے اپنے کو مٹایا کیا ایمان لانے کے بعد تعمیل ارشاد کے علاوہ کوئی اور بھی مقصد تھا ان کا؟ اب تعمیل ارشاد میں کوئی حالت بھی عطا ہو جائے مگر مقصود تو دوسری چیزیں نہیں ہو سکتیں۔

ایک شخص ایک بزرگ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے یوں مجاہدہ سے کئے، ریاضتیں کیں دعائیں مانگیں اور سیکڑوں بزرگوں کے پاس گیا مگر تسکین نہ ہوئی، کشتور کار نہ ہوا۔ ان بزرگ نے اس شخص کو غور سے دیکھا،



اور فرمایا کہ عزیزِ من! آج تک تم کسی بھی بزرگ کے پاس نہیں گئے۔ میرے پاس بھی اگر اس گمان میں آئے ہو تو یہ بھی خام خیالی ہے۔ دراصل تم آج تک اپنے ہی نفس کو بزرگ سمجھا گئے، وہی چیز میرے پاس سے کر آئے ہو اور وہی لے کر چلے جاؤ گے (وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرُّوا بِهِ) اور تحقیق وہ لوگ کفر کو ساتھ لائے تھے اور اسی کے ساتھ وہ واپس نکلے۔ جو حق سے اور اپنی حق سے وابستہ ہو کر پھر پلٹ جاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ طالبِ حق ہوتے ہی نہیں ورنہ خدا کا قانون ہے شیخ چاہے کیسا ہی ہو طالبِ حق مخلص ضرور کامیاب ہوتا ہے۔

مزاحاً فرمایا کہ یہ پیر صاحب جموں نے ان صاحب کو مرید کیا ہے اور فوراً خلافت بھی دیدی، کچھ بھی سہی مگر آدمی ذہین معلوم ہوتے ہیں کہ جس فیشن کا گارمینٹ (GARM ENT) ان کے مزاج نے تیار کیا ہے اس طرز کا کوئی بزرگ تو ملنے سے رہا لہذا ان کا لباس انھیں کو پہنا دو، خلافت دیدو۔ آج سے آپ بھی بزرگ ہیں۔ یہ قبلے بزرگی جو آپ نے بنا یا ہے سوائے آپ کے کسی کے فٹ نہ آئے گا۔

## حَقِيقَتِ سُلُوک

ہمارے حضرت بڑی جامع اور گہری بات فرما گئے کہ کسی کو کسی سے تکلیف نہ پہونچے کل سلوک ہے۔ جب بندہ اپنے مالک کو خوش

کرنے کا قصد کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے تو اسی کا نام سلوک ہے۔  
 اور سالک کسی کی اذیت کا سبب بن کر ناراضی محبوب کا مورد نہیں بن سکتا۔  
 دراصل ہمارے رذائل دوسرے کی اذیت کا سبب بن جایا کرتے  
 ہیں تمام رذائل گویا ایذا رسانی کا مادہ ہیں تا وقتیکہ کہ ان کا اِمالہ نہ ہو جائے  
 اور صرف ٹھیک نہ ہو جائے۔ ————— مثال کے طور پر  
 آپ ہمارے پاس آئے ہمارے اندر ایک داعیہ پیدا ہوا کہ ان سے  
 ریاکارانہ سلوک کیا جائے۔ ہمارے اندر یہ رذیلہ پہلے سے کبھی موجود تھا۔  
 آپ کو دیکھ کر ہمارے نفس نے اس رذیلہ کو ابھار دیا۔ اب جس وقت  
 آپ کو یہ معلوم ہو گا کہ اس نے ہمارے اخلاص کا بدلہ ریاکاری سے  
 دیا ہے کتنی اذیت آپ کو ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس۔

معلوم یہ ہوا کہ جتنے رذائل ہیں مخلوق کے ساتھ جب انکی وابستگی  
 ہوتی ہے جیہی وہ اُبھرتے ہیں۔ عالم تعلقات میں سب قلعی کھل جاتی  
 ہے بزرگی کی کہ ہم مخلوق کی اذیت کا باعث ہو رہے ہیں یا راحت کا،  
 سلوک طے کر رہے ہیں یا نہیں، اللہ کی رضا حاصل کر رہے ہیں یا نہیں،  
 اسی وجہ سے حضرت نے فرمایا کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچانا۔ "کل سلوک" ہے۔  
 دوسرے جب اس کا اہتمام کیا جائے گا کہ دوسرے کو ہماری  
**مجاہدہ** | وجہ سے کوئی اذیت نہ پہنچے تو اس میں مجاہدہ کرنا پڑے گا،  
 غصہ کور و کنا پڑے گا، شہوتوں کو دبانا پڑے گا، ریاکاری سے بچنا  
 پڑے گا، نظروں کو نیچا کرنا پڑے گا۔ فضول گوئی، تاخیر، تکبر اور غیبت سے



گندگی اور عدم صفائی سے جو کسی نہ کسی طرح دوسروں کی اذیتوں کا سبب بن جاتے ہیں بدہیز کرنا پڑے گا۔

حق تلفی یقیناً اذیتوں کا باعث بنتی ہے۔ اور  
**حفاظتِ حقوق** | اور پھر حقوق دو قسم کے ہیں، حق اللہ اور حق العباد،  
 سالک دونوں کی ادائیگی کی فکر کرے گا کہ کوئی بات ایسی سرزد نہ ہو جائے  
 جو خدا اور رسول کے عتاب اور مخلوق کی اذیت کا باعث ہو جائے۔

اسی طرح حسنات میں بھی جب غلو ہو جائے گا اور  
**حفاظتِ حدود** | اعتدال جاتا رہے گا تو یہ بھی رذائل میں شمار  
 ہو جائیں گے۔ اگر محبت بھی وجہ اذیت بن جائے گی تو یہ بھی رذیلہ ہو جائے  
 گی۔ کسی شخص کو اگر گھورتے رہنے سے اذیت پہنچے نہ دیکھنا چاہئے۔ حسرت  
 نے خوب کہا ہے۔

شیوہ عشق نہیں حسن کو سوا کرنا  
 دیکھنا بھی تو انھیں دور سے دیکھ کرنا

تمام حسنات کا اپنے اندر پیدا کرنا تاکہ مخلوق کو  
**اصلاحِ اخلاق** | ہم سے راحت پہنچے اور اس فدیہ سے ہم کو  
 رخصت ہو۔ اور تمام رذائل کا ازالہ کر دینا تاکہ مخلوق خدا ہمارے  
 نفس کے شرور سے اور ان رذائل کی وابستگی سے محفوظ ہو کر ظلم و ستم اور اذیتوں  
 سے بچ جائے۔ "کل سلوک" نہیں تو اور کیا ہے۔

اصل میں لمحاتِ فکر یہ ہم کو نہیں ملتے۔ آخر ایک مجدد نے اس کو

کل سلوک کیسے کہہ دیا۔ غور طلب بات ہے اور غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمام سلوک کا اور شریعت کا مقصد یہی ہے کہ حقوق کی ادائیگی بکمال ہو جائے۔

اس طرح جی کہ بعد مرنیکے کون تو یاد گاہ گاہ کرے

بہشت آنجا کہ آزاے بناشد کسے را باکے کاے بناشد

اور یہ سب کچھ مستنباط ہے حضور صلی اللہ علیہ  
دربار رسالت کی سند وسلم کے ایک عمل سے۔ قربان جائیے

حضور کی اس اولی کے۔ کہ جب عشاء کے بعد آپ باہر سے تشریف لاتے تو بہت آہستہ فرماتے۔ السلام علیکم۔ اس طرح کہ جو سوئے ہوئے ہوں وہ بیدار نہ ہوں اور جو جاگے ہوئے ہیں وہ سن سکیں۔ یہ سند ہے حضور کے وہ باریکی۔ ہماری تمام معاشرت، معاملات اور اخلاقیات کی بنیاد یہی ہے کہ کسی سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ ارے رقت العلماء کی کامتی اور مردم آزار! عجیب ہی بات ہے۔

ہم نے بہت سے ضربیں لگانے والوں کو دیکھا ہے کہ کہیں مہمان جائیں گے اور اذیت کا سبب بن جائیں گے۔ بڑے بڑے ڈھکے کر خواہے مریدین، صاحب اجازت لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اذیت کا باعث بن جاتے ہیں اس میں اکثر بڑے بڑے ذکر و مشاغل لوگوں کو مبتلا پایا ہے سب بد فعلی کی علامت ہے۔ کیا کیا جہانے یہ لوگ اذیت رسانی سے بچنے کو سلوک ہی نہیں سمجھتے۔ بات یہ ہے کہ ناقص مقاصد کے ساتھ اور اود و ظالمت



کرتے ہیں، بس یہی میں اچھ کر رہ جاتے ہیں۔ اس سے آگے نظری نہیں جاتا۔  
 اللہ مدارج بند کرے ہمارے حضرتؑ کے مزاج دین سے آشنا کرے،  
 زندگی کا معیار بتلائے اور ہمیں خفاہیت گراہیوں سے نکال کر حضور صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی چوکھٹ پر لاکر کھڑا کر دیا ہے  
 جزاک اللہ کہ چشم باز کر دی      مرا با جانِ جاں ہر از کر دی

## موجود کا ادراک اور حیاتِ طیبہ

دنیا کے مفکرین اور فلاسفہ کا تذکرہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے اس  
 شعر سے سلسلہ گفتگو شروع کیا ہے

یتیمے کہ ناکریدہ قریں درست      کتب خانہ چند ملت پرست  
 الحمد للہ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا شرف حاصل  
 ہے۔ اس زمانہ میں، اس دور میں ایمان کی دولت مل جانا حضور کا امتی  
 ہونا اور اعمال صالحہ کی توفیق ہو جانا ایک ایسی دولت ہے کہ تمام عالمِ مرگ  
 اس کے آگے اچھ ہے۔

موجود کی خصوصیت ہے چاہے وہ جاہل و فاسق ہو اللہ کی قدرت  
 میں کسی کو شریک نہیں کر سکتا۔ کسی سے پوچھ لو۔ ایک بزرگ نے بارگاہِ الہی  
 میں درخواست کی کہ مجھے اپنا محبوب ترین بندہ بتلا دیجئے۔ ارشاد ہوا  
 کہ فلاں شخص سے ملو اور پوچھو کہ کیا سوئی کے ناکہ سے اونٹ نکل سکتا ہے؟

چنانچہ انہوں نے پوچھا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میرا مالک چاہے تو پہاڑ نکال دے آپ اونٹ کو لئے پھرتے ہیں۔ یہ اور اک ہے لا الہ الا اللہ کہنے والے کا۔

لا الہ الا اللہ بذات خود ایک نور ہے۔ اس کلمہ کے تلفظ سے تمام عالم امکان منور ہو جاتا ہے۔ یہ اقرار کی دولت مسلمان کے علاوہ کسی کو نہیں دی گئی۔ اس کلمہ سے تعلق خاص پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد درمیان میں کوئی چیز نہیں رہ جاتی۔ اس کی قدر کرنا چاہئے۔ شکر ادا کرے۔ اور شکر کے معنی یہ ہیں کہ کلمہ توحید کو اپنی تمام زندگی کے اعمال میں ڈھال دے۔ نور حضور کا اتباع ہو جائے۔

جب تک اس کلمہ کا تلفظ جاری ہے سمجھو خوش نصیبی ہے۔ اور یہ جاری نہیں ہو سکتا جب تک فضل خاص نہ ہو۔ اور مردنواہی میں کوتاہی اگر ہو جائے استغفار کرے کہ یہ بھی عمل صالح ہے۔ بعض مرتبہ خیال ہوتا ہے خدا جلنے مرنے کے بعد کیا ہو مگر جب مومن کو بشارتیں بھی گئیں اب ہر اس اور ناامیدی کی کوئی وجہ نہیں۔ دیکھو لو کلمہ کا تلفظ زبان سے تصدیق قلبی کے ساتھ ہو رہا ہے یا نہیں۔ جب ہو رہا ہے بیفکر ہو جانا چاہئے۔ اپنے کام میں لگے اب کا ہے کا غلمان! شیطان اگر دوسو سہ ڈالے کہ سیاہ کاریوں میں زمانہ گزر گیا اب کس توقع پر چلے ہو آخرت میں، تو کہہ دو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ کفر کا دوسو سہ بھی اگر ڈالے تو لا الہ الا اللہ اور کہہ دو کہ الحمد للہ مسلمان ہوں اور مسلمان دوزخ میں نہ جائے گا۔



اسے وعدوں پر وعدے ہیں، بشارتیں ہیں، ان کے وعدے  
 سچے، دوزخ سے کیا واسطہ مسلمہ ان کو! ہم تو فرمانبردار رعیت ہیں، نہ پاگل  
 ہیں نہ مجرم، پھر دوزخ سے ہمیں کیا مطلب۔ دوزخ تو بولہب کے لئے ہے۔  
 کفار کے لئے بنائی گئی ہے۔ ہاں مسلمان ہو کر اگر نافرمانی کر دے اور توبہ بھی  
 نہ کر دے تو تھوڑی دیر کے لئے جہنم جافہ نہ دوزخ میں۔ جب مخالفین کے  
 دائرہ میں قدم رکھو گے ضرور طوٹ ہو جاوے گا، گرم دائرے میں قدم رکھو گے  
 پگھل جاوے گا، سرد میں رکھو گے منجمد ہو جاوے گا۔ گلزار ابراہیم موجود ہے اور  
 وہ اسلام ہے۔ چاروں طرف آگ کے شعلے ہیں، ظلم و تعدی، بے حیائی اور  
 بے غیرتی ہے۔ اب بھی وقت ہے اس گلزار میں آنے کا۔ اسی میں پناہ  
 ہے جو اس گلزار میں ہیں، عین میں ہیں اور انت انت میں رہنے کے بعد بھی عین  
 ہی رہیں گے۔ لا الہ الا اللہ۔۔۔۔۔ کیوں بھاؤ، بڑے مطمئن ہو  
 ۔۔۔ الحمد للہ بھائی نماز پڑھو، عصر کی اب مغرب کی پڑھیں گے۔ در  
 کا ہے کا۔ در توان کو ہے جو فسق و فجور کے دائرے میں ہیں۔ بس اپنی  
 حالت موجودہ پر شکر ادا کرتا رہے اور کام میں لگا رہے اور کوتاہیوں پر  
 استغفار کرتا رہے اور مایوس نہ ہو اور غم نہ رہے اور جب وہ تنہا  
 آخرت میں چلا جائے۔

حریفان ہمارے پرستار، کنید  
 بنوشید و جوشید دستار، کنید

# احساں فراغت

ارشاد فرمایا کہ فراغت قلب بڑی دولت ہے۔ میراجی چاہتا ہے کہ آپ کے سامنے آج اسی کا تذکرہ کروں کیوں کہ ہمارے حضرت کو فراغت قلبی بڑی عزیز تھی اس کا لہذا اہتمام فرماتے تھے اور اسی کی تعلیم فرماتے تھے۔ کبھی فرماتے کہ مجھے اوصوری بات سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ نہ میں کسی کو منتظر رکھتا ہوں نہ کسی کا انتظار کرتا ہوں دوسرے کو اذیت سے بچانا کل سکو کسے کبھی فرماتے کہ میں جو تقاضے کے ساتھ ہر کام سے فارغ ہو جاتا ہوں وجہ اس کی یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ قلب غیر اللہ کے ساتھ مشغول نہ ہو۔ تاکہ اگر کبھی خدا کی یاد کی توفیق ہو جائے تو موانع مرتفع ہوں۔ ایک مجتہد وقت نے اس مشغول اور مختصر زندگی میں کسی اہم بات کی طرف توجہ دلائی اور سلامی زندگی اسی کی اہمیت بیان فرماتے رہے اور خود عملاً دکھلاتے رہے۔

نعمتوں کا مشاہدہ، معیت الہیہ کا شرف، خدا سے مناجاتیں، تدریک فکر یہ فراغت قلبی ہی کی تو برکتیں ہیں۔ اگر قلب کو اللہ کے لئے فارغ کیا جائے گا تو یہ تجلی گاہ حق بن جائے گا۔ اپنے قلب کو کم از کم تین منٹ کے لئے مطلقاً فارغ رکھنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔

بغیر این دل نہ مانے نظر سے بہاؤ نہ  
ہذاں کہ چہر شاہی ہمہ دوز ہاؤ ہوئے



آپ نے جس کے لئے قلب کو فارغ کیا ہے وہ اس کو بے فوائد نہ چھوڑے گا۔  
 فراغتِ قلب کا ایک عنوان محبتِ اہل اللہ ہے۔ اگر آپ تھوڑی  
 دیر کے لئے علانی دنیا کو قطع کر کے فراغتِ قلب حاصل نہ کر لیتے تو آپ  
 اہل اللہ کی مجلسوں میں جاتے ہی کیوں ان کی مجلس میں آپ اللہ سے  
 ملتے ہیں آپ کو شرفِ مجالست حاصل ہوتا ہے۔  
 مجلسِ سیلی کا میں بھی پیٹھ دالوں میں ہوں

بس فراغتِ قلبی کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے ہزاروں عنوان سے  
 تجلیاتِ الہیہ کا مشاہدہ کر دے اور فراغتِ قلبی کے میسر ہو جانے کے  
 بعد عالم کائنات کے سب مشاہدات اور مناظر معاقل ہو جاتے ہیں  
 ذکرِ قلبی پر کچھ آسمانوں کی چیزیں اور زمین کی چیزیں، عالم تعلقات، دوست  
 احباب، ناگوار یاں خوشگوار یاں سب تجلیاتِ الہیہ ہیں۔ اور ہزاروں  
 نعمتیں مشاہدہ ہونے لگتی ہیں۔ ہماری تمام خواہی اور باطنی قوتیں، ہمارے  
 تمام احساسات، ہمارے تمام حواس میں سے ایک ایک حس تعلق مع اللہ  
 کا ایک ذریعہ بن جاتی ہے اور تجاہات اللہ جاتے ہیں۔

## ماہی و مستقبل، خوفِ رجا

مومن کی ساری زندگی خوفِ رجا کے درمیان گزرتی ہے۔ ہمارے  
 حضرت رجا کو غالب کرتے تھے اور خوف کو مغلوب فرماتے تھے کیونکہ

خوف کا تعلق ماضی سے ہے اور وہ محدود ہے اور جہاد کا تعلق مستقبل سے ہے اور مستقبل رحمت کا ہے اور یہ لائق تباہی ہے۔

خوف محدود ہے، وقتی اور عارضی ہے، وہ اپنے ماضی سے متعلق ہے اور اس میں زیادہ تر اپنا ہی مشاہدہ ہے۔ جتنے اعمال میں سب پر خوف ہے۔ زندگی ماضی کا سبق چاہے کسی طرح بسر ہو گئی ہو خوف ضروری ہے۔ مصیبتوں پر تو خوف ہے ہی، عبادات پر بھی خوف ہے کہ ان میں کوتاہیاں ہیں اور وہ ناقص ہیں۔ ان سب کا تدارک ندامت قلبی سے اور توبہ استغفار سے ہو جائے گا۔ ایک محدود چیز بھی ختم ہو گئی، ندامت کے ساتھ توبہ کر کے سیدھے راستہ پر آ گئے، اعمال میں رسوخ پیدا ہو چلا بس خوف اپنا کام کر گیا۔

اب مستقبل رحمت کا ہے اور وہ لائق تباہی ہے۔ ماضی کی طرف ایک سرسری نظر ڈال کر اللہ سے اعفوی کہہ لو اور رحمت لائق تباہی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اپنا مشاہدہ چھوڑو، اب ان کی رحمت کا مشاہدہ کرو کہ لذیذ ہی لذیذ ہے بغیر اس کے چاشنی پیدا نہیں ہوگی، محبت کی حلاوتیں نہ ملیں گی۔ جب بھی ماضی کی طرف خوف کی نظر پڑ جائے استغفار کر لے۔ اے اللہ معاف کر دیجئے اور آگے بڑھو۔ جیسے ایک شخص ہے کہ بھگتا پھر رہا ہے، بھیانگ جنگل ہے اندھیری رات ہے، موذی جانوروں کا خوف ہے کہ دفعۃً بجلی چمکتی ہے اور وہ شاہراہ پر پہنچتا ہے تو اب اسکو اس وحشتناک منظر کا سبق لے کر نہ بیٹھنا چاہئے۔ سرسری طور پر خیال کر لے کہ



کہاں سے نکل کر آئے ہیں بڑے دردناک عذاب تھے وہاں۔ الحمد للہ  
اب شاہراہ ہوا گئے۔ بس اب اپنے کام میں لگے شکر ادا کرے اور مغرط  
کرے۔ اب صراطِ مستقیم کی لذت اور جلالت ملے گی۔ ع  
کرو گے یا وجب باتیں کرو گے  
یہ سب حضرت دالاک کی باتیں بتائی ہوئی ہیں۔

## واقعاتِ زندگی اور تعلق مع اللہ

واقعاتِ زندگی جمنیو ڈاٹے ہیں انسان کو۔ ویسے ہم ساکن بیٹھے  
ہوئے ہیں، سامانِ پریشانی ایک بھی بنا ہر ساتھ نہیں مگر جن سے وابستہ  
ہیں ان کے تعلقات کا اثر برابر پڑ رہا ہے: بیوی ایسا کر رہی ہے، ہمسایہ  
اس طرح ستا رہا ہے، دوست احباب چین سے نہیں بیٹھنے دیتے۔ کسی  
کا دکھ کسی کی بیماری، غم روزگار و طرح طرح کی پریشانیاں۔ ایسے اوقات  
میں اگر اللہ میاں بھی ساتھ نہیں ہیں تو پورے بدحواس ہیں۔ بس کوئی نام  
ہے اے اللہ! اپنی یاد سے غافل نہ ہونے دیجئے۔ سب دور گزر رہے  
مگر ان سے تعلق نہ جانے پائے پھر انشاء اللہ یہ تمام چیزیں بھی سرمایہ  
آخرت ہو جائیں گی۔

رجوع الی اللہ کی خاصیت ۱۔

مصائب کے ہجوم میں جہاد کے ہنگاموں میں صحابہؓ کا دل مطمئن

ہوتا تھا۔ قرب اور تعلق مع اللہ اور قوی ہو جاتا تھا۔ کیسی ہی پریشانی ہو  
 جہاں رجوع کیا تقویت اور قوت آگئی۔ سبحان اللہ۔ اللہ اور رسول کا  
 تعلق معمولی تعلق نہیں جو سے بڑھ جاتے ہیں۔ پھر  
 زمانہ بھر مخالفت ہو تو کیا غم  
 مزاج یا رتو ہم نہیں ہے

## ضعیفی اور ذکر اللہ

ایک اہم کام کو کسی فرصت کے انتظار میں ملتوی کر دینا زندگی کا  
 ناقابل تلافی نقصان ہے مگر انسان انجام سے بے خبر ہو کر غفلتوں میں  
 بے کار عمر عزیز کو ضائع اور برباد کر دیتا ہے اور اپنے اصلی سرمایہ کی طرف  
 توجہ نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ بڑھاپے کی منزل میں داخل ہو جاتا ہے مگر وہ  
 ضعیف، ناتواں اور معطل ہو کر بیٹھ رہتا ہے۔ اب اگر پیش بھی آتا ہے  
 تو آنکھیں کام نہیں کرتیں، ہاتھ ہیر بیکار نہ طاقت نہ ہمت کچھ بھی کرتے  
 من نہیں پڑتا

دیکھا تو ہم میں طاقت دیدار بھی نہیں

طاقت گنتا رہی نہیں۔ جب یہ انجام ہے تو بھائی پھر کس لئے کل کے  
 ضروری کاموں کو آج کے لئے ملتوی کیا تھا

زندگی نے کرو یا جینے کے ناقابل مجھے جب ہوئی جینے کے قابل زندگی میرے لئے



یہ وقت تو ایسا تھا کہ سکون فراغت اور مشاہدہ میں گزرتا۔ ذکر اللہ کا جوانی سے عادی ہونا چاہئے اگر اس سے نفس حاصل ہو جائے بڑا امر مایہ ہے اور بڑھاپے کا عجیب سہارا ہے۔ مگر یاد رکھنی بات ہے کہ زندگی کسی بھی منزل میں پہنچ گئی ہو، اگر روح عصیان اور طغیان سے مرجھا گئی ندامت کے ساتھ بائیکاہ الہی میں آجاؤ، ذکر اللہ شروع کر دو روح کو غذا میسر ہو جائے گی۔ ذکر اللہ سے روح تازہ مضبوط اور شگفتہ ہو جاتی ہے۔ جب مومن بوڑھا ہوتا ہے اس کی روح جوان ہو جاتی ہے۔ محبت و معرفت بڑھ جاتی ہے۔ جسم ناقص، اعضا مضاعف ہو گئے ہونے دو کچھ پروا امت کرو۔ یہ تو ہوں گے۔ اسی میں معلمت اور حکمت ہے مگر ذکر اللہ۔ ! یہ آپ حیات ہے روح کے لئے۔

ہر چند ہیر و خستہ و بس ناتواں شدم  
ہرگز نظر بہ روی تو کردم جوان شدم

## ضعیفی اور تعلق مع اللہ

انسان بھی کیسے کیسے حالات سے گزرتا ہے۔ عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو بڑھاپے کی معذوریوں لاحق ہو جاتی ہیں، دست نگر ہو جاتا ہے دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے، زندگی بے کیف ہو جاتی ہے اور موت کو زندگی پر ترجیح دینے لگتا ہے مگر ع

حیات جاوداں میری نہ مرگ نہ گماں میری

انسان کے بس میں یہ بھی تو نہیں کہ مر جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ قوتِ ایمان بڑی عجیب چیز ہے۔ خدا دارم چہ غم دارم۔ مجھے ناز ہے کہ آپ میرے ہیں لا الہ الا اللہ۔ یہی چیز سرمایہ تسکین ہے۔ میرا اللہ میرا ہے، وہ مالک ہے، حاکم ہے اور حکیم ہے جیسے ہاں میں حالات دار دروہیں سے  
چارہ سازی کر رہا ہے ان کا لطفِ نواز  
بہت محنت ہے یہ بیکسی میرے سے

یہ بیکسی بڑی عجیب چیز ہے

مجھ کو تو اس ملکِ محبت پر ناز ہے      آفرنگا و رحم کے قابل بننا دیا  
حدیث شریف میں ہے کہ ارمیا پیغمبر علیہ السلام کا زہر چند قبروں پر ہوا جن کے  
مردوں کو عذاب ہو رہا تھا۔ ایک سال کے بعد پھر اُس عرصے گزر ہوا تو  
عذاب کو سکون ہو گیا تھا۔ عرض کیا اسے پروردگار! میں نول سال جو ان  
قبروں پر گزرا تھا تو ان کے مردے معذب ہو رہے تھے اور اس سال جو گزرا  
تو عذاب کو سکون ہو گیا۔ آسمان سے ندا آئی، اے ارمیا! ان کے کفن بھٹ  
گئے اور بال جھڑ گئے اور قبریں ٹوٹ پھوٹ کر بے نشان ہو گئیں۔ میں نے  
اس حالت میں اسی کو دیکھا تو مجھ کو رحم آگیا اور میں یہی معاملہ کرتا ہوں ان  
لوگوں کے ساتھ جن کی قبریں بے نشان ہو جائیں، جن کے کفن پھوٹ جائیں  
اور جن کے بال جھڑ جائیں۔ دیکھئے شکستگی بے کسی اور گنہامی پر رقم کیا جا رہا  
ہے۔ ہمارے دادا صاحب نے خوب کہا ہے



سراپا چشمِ حسرت ہے مزارِ رخنہ دار اپنا  
کرم فرمائیے بس حد سے گزرا انتظار اپنا

## حسنِ خاتمہ کے آثار

حسنِ خاتمہ پر گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ حسنِ خاتمہ بڑی اہم چیز ہے اس کے آثار اگر معلوم ہوں تو شکرا داکرے : جیسے تمام کا دھندلکا ہوا جنگل بوآبادی معلوم نہ ہو کہ کہاں ہے اور ایک مسافر ہے کہ ابھی منزل پر نہیں پہنچا یا مگر دور سے اسے ایک روشنی نظر آتی تیسکین تو ہونی زآبادی قریب ہے۔ اسی طرح حسنِ خاتمہ کی علامات اگر نظر آنے لگیں تو تسکین تو ہوتی ہے اور مشملہ علامات کے یہ بھی ہے کہ سیدھے راستہ پر ہیں ، رجحان نیکی کی طرف ہے ، فرائض و واجبات بھی ادا ہو رہے ہیں ، بزرگوں کی صحبتیں بھی ہیں ، حسنِ خاتمہ کی تمنا اور خواہش بھی ہے ، اللہ میاں سے حسنِ ظن بھی ہے ، دل میں بغاوت اور طغیان بھی نہیں ، نفس و شیطان کے قبضہ میں بھی معلوم نہیں ہوتے ، معصیت کی طرف سے تعاضائے شدید اور رجحان قوی بھی نہیں ۔ جب یہاں یہ چیزیں ملنا فرمادیں اپنی رضا کی ، تو یہ رکھے آخرت میں اللہ تعالیٰ کرم ہی فرمائیں گے ۔

# قابل ترک صحبت

ماہ پرست پیروں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جس کی صحبت میں اللہ اور اللہ کا رسول یاد نہ آئے، اپنی حالت مستحضر نہ ہو، اپنی گندلی نظر نہ آئے، غیر مقصود میں انہماک بڑھ جائے اور حب جاہ میں ترقی ہو ایسی صحبت خود قابل ترک ہے۔ نہ اس پہاڑ کی بلندی سے فائدہ بتا دو کیا ہوگا۔ اگر اس میں یہ صفت ہے کہ میری زندگی میں صحیح تغیر پیدا کر دے تو ایک بات ہے۔

ابن مریم ہوا کرے کوئی  
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

میں جس آزار میں مبتلا ہوں اس کا ازالہ ہو جائے، اپنی پستیاں اور عیوب نظر آنے لگیں۔ اگر ان شعبہوں سے ایسا ہو جائے تو کچھ بات ہے جو جو خود ہمالیہ پہاڑ بنا ہوا اپنی بندووں میں مستغرق ہو وہ پستیوں کی طرف کیا اتھامت کرے گا۔

## اہل حق اور اہل باطل میں ایک فرق

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سوائے اہل حق کے کوئی آدمی دین میں نہیں ہوتا۔ یہ عقائد ہیں تو مطمئن ہو تا ہے کیونکہ یہ صحیح، مستند اور مکنت ہیں۔ اور اعمال میں غیر مطمئن ہو تا ہے کیونکہ ان کو ناقص اور کوتاہ سمجھا رہتا ہے۔



یہ عقائد میں اعمال ڈھالتا ہے۔ صحیح عقائد کے مطابق مستند اعمال میں  
 کوشاں ہے۔ حضور کے اور صحابہؓ کے معیار پر ان کے اعمال کی نقل کرتا  
 ہے اور یہ جتنے نہیں۔ فقائے اور کوتاہیاں کہیں نہ کہیں رہ جاتی ہیں اس لئے  
 غیر مطمئن ہے۔ عمل کرتا ہے اور پھر دیتا ہے اور دوبارہ استغفار کرتا رہتا ہے۔  
 فرس گشتہ از بس کہ شب مانند اند سحر گزرد شاں کہ دامنہ اند  
 اور اہل باطل عقائد میں کمزور اور اعمال میں مطمئن ہوتا ہے۔ وہ اعمال میں  
 عقائد کو ڈھالتا ہے اور اعمال میں غیر مستند لہذا عقائد بھی اور فاسد  
 ہوتے چلے جاتے ہیں۔ پھر اس کے اعمال ہوتے ہیں نفس کی خواہشات  
 کے مطابق لہذا آسان ہیں اور اپنے من گھڑت معیار پر وہ اعمال صحیح اتر آتے  
 ہیں اس لئے مطمئن ہے۔ دھمکے بون انہم بحسنوں اصناف۔

## عزت و ذلت کا مدار

فرمایا کہ ذلت و خواری تو اپنے اعمال و اختیار کی ہے۔ دوسرے  
 کے اعمال سے اپنی کیا رسوائی ہے

سنگ بدگوہر اگر کاسۂ زندگی بشکند

قیمت سنگ نیغیراید و زہر کم نشود

تاثر ہو جانا اور چیز ہے، عمل اور چیز ہے۔ وہ اسی کا عمل ہے ہمارا عمل نہیں۔  
 دوسرے کے بے لب و لہجہ سے اذیت تو پہنچ سکتی ہے مگر عزت میں

کوئی ترقی نہیں آتا۔ بلکہ اگر صبر کر گئے تو عند اللہ مزید عزت افزائی کی امید ہے  
کہ عالم تعلقات میں غصہ کا ردیلہ جو بیدار ہو گیا انقلابی جگہ اس کو شتمل  
نہ ہونے دیا، دبا دیا۔

## ترقی دنیا کی حقیقت

دنیا کی ترقی کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ شعر پڑھا اور  
سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

سب کچھ ہے ترقی انجمن ناز میں لیکن  
کوئی جو نہیں نالہ بلب کچھ بھی نہیں ہے

پھر فرمایا کہ بندہ لاکھ ترقی کر جائے، مالک کی فرمانبرداری اگر نہیں ہے تو سب  
بیخ ہے عند اللہ اس کی کوئی قیمت نہیں بلکہ عذاب کا سبب ہے۔ اور  
ایک عجیب راز ہے کہ جو کچھ اس عالم میں ہے سب انسان کے لئے پیدا  
کیا گیا ہے۔ سب قوتیں اس کو عقل کی گئیں مگر دوازی دشمن نفس و شیطان  
بھی اس کے ساتھ بھیج دیئے گئے۔ عقل دیدی گئی، دوازی سے تباہی گئے،  
طاقتیں دیدیں، تسخیر کا حوصلہ دے دیا، اب کر دھرت اپنی اپنی طاقتوں کو  
دیکھنا ہی ہے کہ اللہ کے لئے کرتے ہو یا نفس و شیطان کے لئے۔

انسان تو مظلوم ہے عالم کائنات کا اور یہ ترقیاں جو کچھ آپ دیکھ رہے  
ہیں سب اس کی قوتوں کا مظاہرہ ہے۔ یہ تو روزِ ازل سے ہی تمام قوتوں کو



لے کر چلا تھا۔ جب ان قوتوں کو بڑھاتا ہے تو ہوا آگ پانی سب کو قابو  
 میں لے آتا ہے اور اپنے ذوق کے مطابق ان عناصر سے کام لیتا ہے۔  
 پہاڑوں پر جلسے کی، چاند پر پیچھے کی، سمندر کی گہرائیوں میں اتر  
 جانے کی اللہ تعالیٰ نے اس کو قوت دی ہے وہ نہ اس کی مجال نہ تھی کہ یہ  
 کام کر سکے۔ عالم اسباب میں اور اک اللہ میاں ہی تو دیتے ہیں۔ دراصل یہ  
 سب اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کے کوششے اور نشانیاں ہیں کہ انسان سے  
 ایسے ایسے کام کر دئے کیا اب بھی انکار کر دے گا۔ سو مالک سے باغی ہوتے  
 ہوئے یہ ترقیاں وجہ کمال نہیں ہو سکتیں اور یوں تو یہ عالم اسباب ہے جو  
 بھی اسباب کا علم حاصل کرے، ان کو جمع کرے، کافر ہو یا مسلم ترقی کرے  
 گا۔ قوتیں اس کے پاس پہلے سے موجود ہیں جس طرح چاہے ان چیزوں  
 کو کام میں لے آئے۔ اصل چیز یہ ہے کہ اپنی بندگی کا استحضار سے  
 قوتیں دیں اور پھر حکم ہو رہا ہے کہ مانگو ہم سے مدد، کہو ایات نصیر وایات  
 نستعین۔ کہاں تو یہی ہے کہ قوت کا احساس ہو اور نشہ نہ ہو، اپنے  
 اختیار کا مشاہدہ ہو اور اس کو مالک کے سامنے ضعیف سمجھا رہے۔  
 قوت متحدہ اور متصرفہ دی گئیں پھر حکم ہوا جھکو ہمارے آگے۔

یہ سب ہنگامہ آرائی اُسی طرف سے ہے۔ وہ جس زمانے میں  
 جہاں چاہتے ہیں ان قوتوں کا مظاہرہ کر دیتے ہیں، ایک زمانہ تھا کہ  
 انسان نے مصوری میں کمال حاصل کیا تھا۔ آج عکاسی میں کمال حاصل  
 کئے ہوئے ہے مگر ہمارے لئے کمال مصوری اور کمال عکاسی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کا کامل اتباع ہو جائے۔ دین اور دنیا کی ترقیاں سب اسی میں مضمر ہیں اور پھر تم ایمان سلامت سے جاؤ یہ سب میں بڑا بخر ہے، ساری ترقیاں اس کے آگے گر رہی ہیں۔

## اپنے جذبات کو سنت کے تابع کرنا اصل کمال ہے

ایک جگہ تم گئے تو ایک صاحب نے جو مزاج میں بہت رفیق، الغلب میں نماز پڑھانی دغا مانگتے وقت خوب روئے اور بڑی طویل دعائیں مانگیں۔  
فراغت کے بعد میں نے کہا سب ٹھیک ہے مگر مسنون طریقہ نہیں۔ جو طریقہ مسنون ہے چاہے اس میں رقت ہو یا نہ ہو وہی ٹھیک ہے یہ تو اپنے جذبات کے تحت مقتدیوں کو بیوس رکھتا ہے۔ ایک دفعہ آپ کو تو رقت ہوئی اور دوسرے کو رقت ہو گئی۔

## دینی اور اخلاقی اقدار کی حفاظت ضروری ہے

اکثر لوگ آج کل کہہ دیتے ہیں کہ اس میں کیا حرج ہے، "نادوں کے پرے لینے میں کیا حرج ہے، فلاں کام کر لینے میں کیا حرج ہے۔" بھئی ایک دفعہ سوچ لو کہ اس کا انجام کیا ہو گا، اگر فہم سلیم باقی ہے تو تمہاری عقل فیصلہ کر دے گی کہ حرج ہے یا نہیں۔ مگر خط عاجلہ بدحواس اور غافل بنا دیتا ہے۔



مال کو سوچنے کا موقع نہیں ملتا۔ جو اس ٹھیک نہیں تو سوچو گئے کیا؟  
وہی سوچو گئے جو دن میں ہے اور جو حال بھی غالب ہے۔

## حسن خاتمہ کی فکر میں لرزاں ترسناں کیوجہ

حسن خاتمہ تمام دینی امور کا حاصل ہے۔ مدتوں ایک اشکال رہا۔  
خیال ہوتا تھا کہ حسن خاتمہ کو کسی مشکل بات ہے۔ لا الہ الا اللہ کا ہم تکبراً  
کرتے ہیں اس پر انشاء اللہ ہم قائم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم  
تمہارے گمان کے ساتھ ہیں۔ ہم گمان بھی رحمت و مغفرت کا رکھتے ہیں۔  
عاصی گناہ اور جو غفلتیں ہیں ان سے توبہ استغفار بھی کرتے ہیں۔ تب یہ  
تمام چیزیں موجود ہیں پھر ڈرنا کس بات کا؟ پھر یہ ہمارے بزرگ لرزاں  
ترسناں کیوں رہتے ہیں!

کبھی سمجھ میں نہ آیا مگر الحمد للہ آج حقیقت سمجھ میں آ رہی ہے کہ  
حالت بدل جانے کا خوف ہر وقت اور ہر مقام پر ہے۔ دو چیزیں سالک  
کی دشمن ہیں، نفس و شیطان۔ کچھ معلوم نہیں کہ چلتے چلتے عمر کے کسی حصہ  
میں دوسرے والد سے اور نہ جانے کس عنوان سے تھوڑے کہ میاں کیا  
ہے چلے؟ کورسے ہی جا رہے ہو! دعائیں مانگتے ہونا کافی ہوتی ہیں کتنی  
دعائیں قبول ہوئیں؟ ارے کہاں جا پھنسے فلاں بزرگ کے پاس! بزرگوں  
سے شکایت میں مبتلا کر دئے۔ آپ چلے جا رہے ہیں اور یہ حبیب کاٹنا

پہلا جہاز ہا ہے۔ سارے سرمایہ پر ہاتھ صاف کر دیتا ہے اور ٹھن کی طرح  
 لگ جاتا ہے۔ جب دشمن موجود ہیں اور حالت بدل جانے کا خوف  
 ہر مقام پر ہے تو پھر نازکس بات کا اور اطمینان کیسا ؟

دوسرے یہ کہ ثمرات باطن آہستہ آہستہ مرتب ہوتے ہیں۔ سالک کو  
 سب کیفیتیں شرد سے کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی درجہ میں ملتی ہیں مگر غلبہ  
 اپنے اپنے موقعوں پر کبھی خوف کا ہوتا ہے کبھی رجاء کا کبھی خشیت کا۔ اور یہ  
 سب مقامات راستہ چلنے ہی سے ملے ہوتے ہیں۔ اب سالک نے قدم اٹھایا  
 ہے، مقامات ملے کر رہا ہے لیکن ہر مقام کا منظر جداگانہ ہے خشیت کسی  
 نہ کسی درجہ میں ہوتی تو ہے ہر مقام پر مگر جب منزل قریب آتی ہے  
 ایمان کی دولت کا احساس شدید ہو جاتا ہے تو خشیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔  
 علم کے درجہ میں تو ہم سب میں خشیت موجود ہے مگر ان بزرگوں  
 جیسی نہیں۔ یعنی ہم اس مقام پر نہیں پہنچے۔ وہ مقام آیا نہیں۔ جب  
 آئے گا ہر کھرانے لگو گے۔ اور یہ بزرگ مقام خشیت تک پہنچے ہوئے  
 ہیں اس لئے ایسی دعائیں کرتے ہیں۔ مبتدی کے قدم چل تو رہے ہیں  
 اسی طرف لیکن ابھی اس مقام کے آثار مرتب نہیں ہوئے۔ وہ مقام  
 دور ہے۔

جو لوگ لرزاں ترساں رہتے ہیں حسن خاتمہ کی فکر میں انہوں  
 نے قدم رکھ دیئے ہیں خشیت کے اس مقام میں خشیت کے جذبے  
 پوری طرح ابھرنے لگے ہیں۔ اس مقام کی خاصیت یہ ہے کہ خشیت



پیدا ہو جائے۔ حالانکہ ان بزرگوں کے پاس ساری چیزیں موجود ہیں۔  
 طہارت، توبہ، استغفار، علم دین، معارف و حقائق، عمل، نفس و شیطان  
 کے مکائد سے واقفیت، کیا چیز رہ گئی جو ان کے پاس نہیں۔ بڑے بڑے  
 صوفی اور تعلق مع اللہ والے ہیں مگر خشیت کا یہ عالم کہ ہتھ بھر رہے ہیں۔  
 دراصل یہ لوگ منزلِ قرب کے قریب آگئے اسی وجہ سے ہزاں ترساں ہیں۔  
 اک کھٹک ہوتی ہے محسوسِ رگِ جہاں کے قریب  
 آن پہونچے ہیں مگر منزلِ جہان کے قریب

## حسنِ خاتمہ فعلِ اختیاری ضروری ہے مگر ڈرنے کی ایک وجہ ہے

آج دروازوں پر بلیچنگ (BLEACHING) اور وارنش ہو رہی ہے  
 میرا ذہن اس سے حسنِ خاتمہ کی طرف منتقل ہوا۔ ایک بات جس کو ہم  
 ہیکاس عنوان سے سوچ چکے ہیں۔ ہے کہ حسنِ خاتمہ اختیاری ہے یا غیر  
 اختیاری؟ یقیناً اختیاری ہے۔ کیونکہ ایمان اور عمل و الحج کے ہم مکلف  
 ہیں اور اسی پر مدار ہے حسنِ خاتمہ کا۔ خود اللہ تعالیٰ اس کا امر کر رہے  
 ہیں، اِلا مَوْتَنَ الْاَوَّلٰتِ مَسْمُوْمُوْنَ اور نہ موت آئے تم کو مگر کامل  
 اسلام کے ساتھ اور ہر مامور بہ فعلِ اختیاری ہے پھر ڈر کیوں ہے؟  
 اس وقت الحمد للہ ہم سب مسلمان ہیں۔ دل پر توجہ کا رنگ غالب ہے۔

اب ڈرنے والی چیز جو ہے وہ یہ ہے کہ خدا نخواستہ کوئی عمل ہم سے ہی  
 با اختیار خود ایسا مرزد نہ ہو جائے جس سے یہ سب رنگ اوجائے۔  
 جس طرح وہ دوازہوں پر کبھی پالش ہونی بھٹی مگر بے احتیاطی سے  
 غفلت نے، دقت کے امتداد سے، موتوں کے تغیر و تبدل سے، ہوا سے،  
 دھوپ سے بارش سے سب رنگ و پالش ختم کر دیا، مگر وہی بول نہ نکل آیا،  
 بڑے معلوم ہونے لگے۔ اسی طرح ہم نے بھی توبہ کی، تقدس اختیار کیا،  
 ایک رنگ توحید کا چڑھا ہے اپنے دلوں پر۔ اس دل پر بھی مختلف احوال  
 گزرتے ہیں، کبھی بپ رہے، کبھی خزاں، ہماری جلدی تغیر ہوتا رہتا ہے۔  
 کس موکم میں اذ رکین علامات میں نہ جنسے کیسے چھینے پڑ جائیں کہ یہ رنگ  
 اڑ جائے! معلوم نہیں ہمارے پاس اس کا استحکام کیسا ہے! افسوسناک ہے  
 کس چیز کی تیز شعاعیں اس پر پڑ جائیں اور یہ ان کو با اختیار خود جذب کرے،  
 رنگ بگڑ جائے اور رنگ کی نظروں سے گزر جائے۔

الحمد للہ ایک تسکین کی چیز جمع میں آئی کہ سالک قبض و بسط سے گزرتا  
 رہتا ہے، نفس و شیطان ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ شدت بسط میں اگر انبساط  
 غالب آئے تو ناز کا خطرہ ہے۔ اور شدت قبض میں اگر مایوسی چھا گئی تو یاس  
 کا خوف ہے۔ لہذا دنیا سے اگر ناز کے عالم میں جا رہے ہیں تب بھی برا  
 اور یاس کی کیفیت میں جا رہے ہیں تب بھی مفر۔ بس سالک محتاج ہوا  
 شیخ کامل کا، بسط و قبض میں اعتدال کے لئے شیخ کی توجہ کی ضرورت  
 پڑی۔ جس پر دونوں حالتیں شیخ کے سامنے گزر گئیں اس کو اندیشہ نہیں۔



قبض و بسط کے اثرات تو شیخ کے بعد بھی مرتب ہوں گے، خیال تو ہو گا مگر یاس انگیز اور ناز پرور نہ ہو گا۔

اور عاقبت ہمارے شیخ کے مسلک میں ہے۔ "خفت مجد ہیں اس فن کے۔ ہمیں کیا لیا قبض و بسط کی شدتوں سے۔ مجاہدات اور ریاضتوں کو حذت کر دینا۔ اسے بھائی عامیانہ زندگی بسر کر دے، مقصود کو دیکھو لو کہ کیسے چلتے کھینچتے یا منتیں کر کے بیک جاؤ گے، کیفیات کا عمل نہ کر پاؤ گے، کوئی راستہ بتانے والا کامل شیخ نہ ملے گا اور بھٹاک جاؤ گے۔"

ہمارے حضرت نے محفوظ کر دیا ان گناہوں سے جہاں شدید قبض و بسط ہماری ہوتے ہیں، تمھاری خانقاہ و تمھارا گھر ہے، مسجد ہے، تمھارے تعلقا ہیں بازار ہے، تمھارے معاملات ہیں۔ احکامات ہر حالت سے لئے ہیں، شریعت نے ہر حالت سے تعرض کیا ہے، ہر مقام پر شریعت کا حکم ملے گا۔ بس تعمیل حکم کو مقصود سمجھتے رہو، کرتے رہو اور بڑھتے رہو۔ اللہ اللہ خیر صلا۔ فرمانبرداری پر شکر بجالاؤ، ناگواری پیش آئے صبر کر لو، اور کوتاہی ہو جائے تو اللھم اغفر لی کہو اور آگے بڑھو۔ ریاضات اور مجاہدات سے اپنی زندگی کو خصوصیت کا رنگ دے کر کیوں عجب میں گرفتار ہوتے ہو۔ بس عامیانہ زندگی بسر کر دو۔ ایک عامی آدمی پر کیا قبض و بسط طاری ہوں گے۔ طاری تو ہوں گی یہ کیفیتیں مگر نہ اتنی شدید کہ حالت کو الٹ پلٹ کر دیں اور یہ قبض و بسط بھی اگر شیخ کے دامن میں گزر جائیں تو پھر نہ قبض پر اندیشہ اور نہ بسط پر۔ بلکہ یہی قبض و بسط ہیبت اور انس ہو جائے گا۔ یہ ہمہ حسن خاتمہ

پر اطمینان کلی نصیب نہیں ہو سکتا۔ اور میر بن تو مرتے دم تک رہ چکی تھی۔  
 بہت عنوان سوچے اور بہت خاک کھینچا ڈالے  
 مرتب ہو سکا لیکن نہ اب تکمال کا افسانہ  
 امانت کو لے کر حضور میں پہنچ جائیں پھر اطمینان ہی اطمینان ہے۔  
 ایمان چہ سلامت بلب گور بریم  
 احسن بریں چستی و چالاکی مانا

## تجدیدِ سلاسل اور مسکاتِ ثنائی

حضرت دالاک کی مجددیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ صرف ذاکر و شائل  
 ہونا ہی تو مقاصد سے نہیں۔ تہجد پڑھ کر اور ذکر اللہ سے تم نے نور حاصل  
 کر لیا بہت اچھلے مگر بھائی اس نور کا مصرف بھی کچھ ہے، ذکر اللہ سے  
 تاریکیاں دور ہو گئیں، ظلمتیں چھٹ گئیں، حقوق و حدود سامنے آ گئے، گندی  
 اور پاکیزہ چیزیں اپنی اپنی جگہ پر نظر آنے لگیں۔ اب کیوں گندی چیز کو اٹھاتے  
 ہو یا اور اگر غلطی سے اٹھا لیا تو اب کر ذکر اللہ، پھینک دو اس کو، پھر  
 ہاتھ دھو لو۔ کھانے بشریت سے اگر غصہ آگیا تو اب کیوں انتقامی جذبہ کو  
 لئے بیٹھ ہو یا اس گندی سے توبہ تو کر لو۔ یہاں دکھاؤ ذکر کا اثر۔

مقصود تو اللہ کی بندگی ہے۔ تو کیا صرف تہجد کے وقت اللہ کے  
 بندے تھے بندے نہیں ہو، تہجد میں اٹھ کر ذکر اللہ سے بھی تو مقصود



یہی ہے کہ یہ ہمارا بندگی کا تعلق اللہ سے مضبوط ہو جائے۔ صبح کو ماں تعلقاً  
میں آکر یہ اتنا کمزور ہو گیا کہ معاملات خراب بگھٹار میں ایک شہمی رشتہ میں ایک  
ناز اور اغور تو کیجئے کہ آخر قصور کہاں پر ہے۔ کیفیتیں ناز کی سی ہیں۔ ہمارے  
حضرت نے سب بھانڈا پھوٹو دیا

**حضرت والا کی مجددیت** | اسی خانقاہیت کا۔ ارے نکلے تو اس نے

تھے کہ اللہ کے راستہ میں چلیں گے، نفس کی پکڑندڑیوں پر چڑھ لے۔ اس مجددیت  
نے فرمایا کہ ہم وہ راستہ ہی نہیں بتلائیں گے جہاں تم نفس و شیطان کے  
بہکائے میں آ جاؤ۔ صاف راستہ بتلائیں گے۔ مجاہدات کرو گے حالات  
وارد ہوں گے کماں سمجھنے لگو گے بدعات میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ فسق و فجور سے  
توبہ کی توفیق ہو سکتی ہے مگر بدعات سے خواہ ظاہر کی ہوں یا باطن کی توبہ  
کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ ہمارے حضرت نے جس طرح شریعت کی بدعات  
کو مٹایا اسی طرح طریقت کی بدعات کو ختم کیا اور چاروں سلسلوں کی تجدید  
فرمائی اور وہ باتیں بتلائیں کہ تم پرست جو اہل خانقاہ یہ شاید ایک قدم بھی ان  
پر نہ چل پائیں۔

ہمارے حضرت چاروں سلسلوں میں بیعت کرتے تھے مگر نہ کسی سلسلے  
کی وہاں کوئی روایت تھی نہ رسم نہ تعلیم و تربیت کے وہ انداز تھے۔ حلقہ  
توجہ، اذکار اور مقررہ اوراد نہ چشتیوں کے تھے نہ نقشبندیوں کے۔ جب  
روایات اور رسومات کسی بھی سلسلے کی نہیں تھیں تو پھر حق کیسے ادا ہوا۔  
چاروں سلسلوں کا۔ ہر حق یوں ادا ہوا کہ چاروں سلسلوں کو

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے براہِ راست منسلک کر دیا۔  
اس دربار کی تعلیمات سے کس کو انکار ہو سکتا ہے مولائے معاندین کے۔  
حضرت کی مجلس میں آجائے سب فیصلہ ہو جائے گا، کھوٹا کھر معلوم  
ہو جائے گا۔ اور یہاں اگر سب سے پہلے تو اپنے عقائد درست کرالو اور  
خود رائی اگر رائی کے برابر بھی ہو تو اس کو پہلے ٹھکانے لگا دیجئے ورنہ مجلس  
سے اٹھا دئے جاؤ گے اور نکال دئے جاؤ گے اس کے بعد پیش کر دینے  
حقائق اور معارف کو۔ پیش کر دو وحدۃ الوجود کو۔ کیا سمجھے۔

ایک مرتبہ ہمارے حضرت نے وحدۃ الوجود پر ایک مختصر سی  
**وحدۃ الوجود** | تقریر کر کے فرمایا کہ وحدۃ الوجود یہ ہے کہ میاں ہیں اور  
ہم ہیں اور کوئی نہیں۔ ارے مخلوق وجود ہم کو دیا ہے کیا اسے بھول جاؤ  
گے۔ اے معبودِ حقیقی تیرے سوا کوئی نہیں، یہ بات کہہ رہا ہے ہمیں تو  
کہہ رہے ہیں۔ میاں سیدھا راستہ اختیار کرلو اور سیدھا راستہ یہ ہے کہ تعمیلِ علم  
میں اپنے کو مشاود و اذنام رہو کہ کچھ نہ کر پائے اور شکر کر دے بلا دے اگر اس  
ہم نہ بودے۔ جب نام اور سبکیں ہو کر آتے ہیں اللہ کے سامنے کہ اے اللہ  
میرے تمام وسائل پہنچ ہیں، بس آپ ہی ہیں جو کچھ ہیں۔ اپنی بے کسی، بے ہنگی،  
بے چارگی کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہی سب وحدۃ الوجود ہے ہمارے اور آپ  
کے لئے۔ انسان کا کمال یہ ہے کہ عبدیت پیدا کرے اور سارا نور حضرت  
کے یہاں اسی پر تھا کہ بندے بن جاؤ۔

**مجاہدے اور کیفیات** | ہم اس ہنگامی دنیا میں پریشان، بدحواس



ہیں اور پھر نہ تلاش سے نہ صحبت، علوم کا فقدان، فرصتیں کم عمر میں محدود، اور مجاہدات کا یہ خاصہ کہ کیفیات ضرور پیدا ہوں گی۔ اس میں مسلمان کی تخصیص نہیں، کہے باشندہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ ہمارے حضرت دیکھ رہے تھے کہ ڈھونڈو گئے بھی تو ایسے اللہ دلسے میسر نہ آئیں گے جو ان عجب، پندار، نازاواہ یاں کی گھاٹیوں سے تمہیں نکال لیں۔ نکلو اس گمراہی سے۔ نہ مجاہدے مقصود نہ ان سے پیدا شدہ کیفیتیں قابل التفات۔

صحیح تعلیم دیکھو کہاں ہے اسمیں اصلی چیزیں۔

## روحانی کیفیات

سچے احوال اور روحانی کیفیات ملیں گی جن کی لطافت اور پائداری کے سامنے ان نفسانی کیفیات کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ نماز تک نہیں کر سکتے سمجھئے کہ روحانی کیفیت حاصل ہے۔ کسی تقریب کی شرکت میں ترک واجب کے احتمال سے ایک کھڑک محسوس ہو رہی ہے۔ یہ روحانی کھٹاک ہے۔ روح کی لذت اس میں ہے کہ اعمال واجبہ کی پابندی ہو جائے اور ترک تو بڑی چیز ہے ترک کا خیال ہی کر کے دیکھئے امد سے کوئی چیز بے چین ہو جاتی ہے۔ یہ بے چینی بتلا رہی ہے کہ روحانی لذت دوا ناما حاصل ہے۔ جس طرح نفس نہیں چاہتا کہ اس کی غذا نہ ملے روح بھی نہیں چاہتی کہ اس کی غذا بند ہو جائے اور روح کی غذا اس میں ہے کہ تعمیل حکم ہو جائے، فرض و واجب ادا ہو جائیں یہ ان کے ترک کو برداشت نہیں کر سکتی دوا ناما ہم پر یہ خیال مسلط ہے اور یہ حال طاری ہے کہ کوئی واجب یا چھوٹے نہ پائے تو روحانی کیفیت اور روحانی لذت دوا ناما ہم کو حاصل

ہے۔ نماز کو اس وقت طبیعت نہیں چاہی اور نفس مزاحمت کر رہا ہے مگر اسی جسمانی کساح اور نفسانی بے کیفی میں نماز کو ادا کیا۔ اب دیکھئے روح کو کیسا سکون اور کیسی لذت نصیب ہوئی۔ یہاں پر جسمانی اور نفسانی لذت کی غمی کے بعد روحانی لذت ثابت ہے۔

سارے مجاہدات فرض و واجب کی ادائیگی ہی میں آجاتے ہیں۔ مزید اختراعی مجاہدوں

## شیطان کا ایک فریب

کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کوئی کرے تو دیکھے۔ مگر تم نے تو لذت و کیف کا معیار ہی غلط قائم کیا۔ دراصل شیطان اسی رنگ میں گمراہ کرتا ہے جس رنگ کا وہ انسان ہوتا ہے۔ ان غیر مقصود مجاہدوں سے وہ چاہتا ہے کہ یہ شخص جو اللہ کے راستہ میں چلا ہے کیفیات کے ذریعہ سے اس میں نازی لہر پیدا ہو جائے۔ عجب اور پندار میں گر قرار ہو کر میرے ہی رنگ میں ڈوب جائے اور خود کو صحیح راستہ پر سمجھتا رہے۔

روح کی تشنگی کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنے اندر دین کی

## احوال صادقہ

طلب پیدا کر دو اور اپنی علم سے مشورہ کرتے رہو یہ ثبوت ہے روح کی کھٹک کا اور برابر کام میں لگے رہو بس یہ عمر بھر کا سرمایہ ہے۔ پھر ان احوال صادقہ کے سامنے نہ جوش و خروش کی کوئی حقیقت ہے نہ کیفیات کی نہ احوال و مواجید کا کوئی درجہ ہے نہ انفعالات کا۔ کیسے ہی انعامات آجائیں اور حالات گزر جائیں دنیا بدل جائے نفس و شیطان کیسے ہی عنوان سے روکیں تم حکم کی تعمیل کرتے رہو۔ اسی سے سب حقائق اور معارف منکشف



ہو جائیں گے۔ یہاں تو حکم کی تعمیل ہی اصل کمال ہے۔ اتباع کرتے رہو  
اسی میں کیفیت و نشاط ہے۔ یہی مجاہدہ اور تزکیہ ہے۔ یہی عبدیت اور  
محبوبیت ہے، اسی میں صبر بھی ہے اور شکر بھی۔ تسلیم و رضا بھی اور  
توکل بھی، ارے سارے مقامات طے ہو جائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی  
اتباع میں لیکن یہ اتباع بلا شرط و قید ہونی چاہئے۔ اعتقادات اور  
عبادات میں بھی معاشرت اور معاملات میں بھی اور اخلاق میں بھی۔

**معاشرت اور سلوک** | انسانوں کو چھوڑ کر کہاں چلے جاؤ گے؟ معاملات  
سے کیسے بچ سکتے ہو؟ کیا قیمت اس قول

کی کہ میری روح آسمانوں پر پرواز کر گئی۔ زمین پر اتر کر دکھائیے جہاں  
میں ہوں۔ آپ زمین پر رہیں، یہیں کی سیر کریں۔ فرشتوں و واجبات سامنے  
ہیں، حقوق ہیں، عرش و کرسی سے کیا مطلب؟ اپنے کسی استاد کی ایک  
حکایت ہمارے حضرت والدین نے بیان فرمائی ہے: باہر سے آئے، بیوی  
نے کھڑی پکائی مٹی سامنے رکھ دی۔ کھائی تو نمک کڑوا۔ جی میں آیا کہ  
اٹھا کر پھینکیں۔ مگر عرفان کی ایک جھلک آئی کہ تجارتی نے جان کر تو  
ایسا کیا نہیں، غلطی ہو گئی۔ پھر میں اللہ سے کس منہ سے معافی مانگوں گا  
اگر اس کو معاف نہ کروں گا۔ سہو آ ہو گیا عذرا تو کیا نہیں۔ بس میرے  
مقدور میں یہی ہے اس لئے اسی کو کھالینا چاہئے۔ یہ ہے ہماری عرش و  
کرسی کہ ایک زمین کے، چنے والے نے اتنی اونچی بات سوچ لی۔ یہی تو دیکھنا ہے  
کہ اس عالم تعلقات میں آپ کی ذات سے کسی کو تکلیف تو نہیں پہنچ رہی،

آپ مخلوق کے لئے وجہ اذیت تو نہیں بن رہے۔ ہمارے حضرت فرشتے  
 بچے کر کے کسی سے تکلیف نہ پہنچے کل سلوک ہے۔ اللہ کے اور اس کی  
 عزت کے حقوق حسن و خوبی کے ساتھ ادا ہو جائیں تو سلوک ہے اور  
 سلوک میں کیا رکھا ہے۔

عام تعلقات اور پاسِ انفاس | ہمارے حضرت تائے پاسِ انفاس کے  
 معنی سمجھائے کہ فکر و تامل کا نام

ہے۔ یہاں پاسِ انفاس ہے۔ آدمی سوچے کہ یہ چیز مجھے چھوٹی ہے یا نہیں۔  
 زبان سے کوئی بیجا لفظ نہ کہے تو فکریک ہو جائے۔ توبہ کی طرف توجہ ہو کر  
 پیش آئی۔ اثر ہو تو سوچے کوئی زیادتی تو نہیں ہو گئی۔ یا اللہ دل میں کدورت  
 نہ آنے پائے یا اللہ جس سے مجھے ناگواری پیش آئی اسے معاف کر دیجئے،  
 یہ پاسِ انفاس بھی کر کے دیکھئے ترقی ہوتی ہے یا نہیں۔

بزرگ نواز یہ نفس کہاں کہاں بٹکتا ہے ذرا تامل کے بعد ایک نظر تو  
 ڈالئے ناگواری پیش آگئی تھی تو اب کیوں غصے کے تاثرات سے پیٹھے ہو تو  
 تو گروہ اس گندہ سے۔ تھوڑی دیر مراقبہ کر لیتے یا اللہ بڑی نادانی ہوں۔  
 دوازدہ سبب کا اثر یہاں دکھانے کی خدمت تھی۔ اسے اس وقت پر عموماً  
 "اللہ خانہ نری، اللہ خانہ نری" یہ ہے مجاہدہ۔ اب وقت آیا تھا درویشی کے  
 جوہر دکھانے کا۔ دھوبہ آگیا، دھو لو یہ وقت ہے دھونے کا۔ اور کب  
 پاک کر دو گے؟ یہ وقت ہے پاسِ انفاس کا، احسان کے درجے کا وقت  
 یہ ہے۔ جوش آگیا! اہل زندگی میں کیا کریں؟ توبہ کر لو، توبہ تو نہیں کر لو،



دل میں۔ دل کو صاف کرلو۔ حضرت سارے مقامات باطن کے یہیں  
سے بوبہیں گے۔

**مصرفِ بزرگی** : جزوِ اعظم ہماری انسانیت کا یہ ہے کہ کسی کو ہم سے  
اس تکلیف نہ پہنچے اور انسانیت کے جذبات پیدا ہو جائیں  
پیرنی مرینی سے، ذکر سے اور اس سے ہی مقصد ہے۔ سالک کا مقصد جب تک  
اصلاح اخلاق نہ ہو کبھی وہ کامیاب نہیں ہو سکتا اور اذکو مقصود بنانے سے کچھ  
نہیں ہوتا اور آج اکثر اسی غلطی میں مبتلا ہیں۔ ہمارے حضرت نے سارا زور  
معاشرت اور معاشرت پر دیا۔ اسی میں انسانیت کے جوہر نکلتے ہیں، یہ کوئی  
بے ہعیار ہے۔ کر لو امتحان اپنے تقدس کا، پرکھو اپنے سلوک کو، تزکیہ  
کا، اخلاق باطن کا سب کا معرفت یہی ہے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے، اگر  
انسانیت یکٹنا ہو تو رہاں آئے اور بزرگ بننا ہو تو کہیں اور جاؤ۔ رذائل  
و حسنات پر قابو پالینے سے مجاہدوں سے، طریق کی واقعیت سے حقائق و  
معارف سے، علوم سے توحید سے اللہ کی قربوں سے آپ بزرگ ہو جائیں  
گے۔ آپ آپ کے پاس بزرگی کا سرمایہ ہے مگر اس کا مصرف کیا ہے؟  
جس طرح بینک بیلنس (BANK BALANCE) آپ کے پاس ہے مگر  
اس کا مصرف کچھ نہیں یا غلط ہے تو بیکار ہے بلکہ وجہ ناز یا وجہ اذیت بنا  
ہوا ہے۔ اسی طرح بزرگی کا کچھ مصرف ہے اور وہ انسانیت ہے اور انسانیت  
معلوم ہوئی معاشرت اور معاملات میں سے۔

جس نے سمجھا ہو جنون شوق کو راہِ حیات  
غارنی کیا اور بھی کچھ اس کے سمجھا جائے ہے

ہو سکتا ہے کہ ساری علامتیں تقدس کی موجود ہوں مگر انسانیت نہ ہو۔ دیکھئے تو  
 یہی ہمارے حضرت ساری دنیا کو مدعو کر رہے ہیں انسانیت کی طرف اور خود  
 یہ کہہ رہے ہیں کہ میں مومنینوں سے بھی بدتر ہوں۔ معلوم یہ ہوا کہ وہی انسان  
 ہے جو اپنے آپ کو سب سے کم سمجھے در نہ ضرور وجہ اذیت بنے گا دوسروں  
 کے لئے۔

عالم تعلقات میں ناگواری کا منشاء | ہم کو اپنے نفس کی خاطر ادنیٰ  
 ناگواری کا ہر دھوکہ دیکھنا چاہئے

اس ناگواری کا منشاء کیا ہے؟ ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ ایک چیز ہے  
 جو سالکین میں سے نکالے نہیں نکلتی اور وہ حب جاہ ہے۔ یہ ردیہ ہر اہل  
 عنوان اختیار کر لیتا ہے مگر نکلنے نہیں پاتا۔ جب تک کسی شیخ کامل کے  
 ذریعہ فناء کامل حاصل نہ ہو جائے تب تک اس کا نکلنا مشکل ہے، اگر  
 ہم میں حب جاہ آجائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم حضرت کارنگ و مذاق  
 نہیں آیا اور فیوض و برکات کا ترشح اس وقت تک نہیں ہوتا جب  
 تک جاہ باقی ہے۔ ہم اور آپ سب غور کر کے دیکھ لیں کہ ہم میں جاہ تو  
 نہیں، جو کام کر رہے ہیں کہیں جاہ کے لئے تو نہیں کر رہے ہیں۔ سوچ لیں  
 کہ ناگواری کیوں ہوتی؟ کچھ تو ہے آخر۔ معاطات میں گفتگو کے اندر تیزی  
 کیوں آگئی، کونسا ردیہ انگیز ہو گیا؟ اسے بھائی یہی تو حب جاہ ہے۔  
 تکبر میں مبتلا ہو، نکالو اس کو، یہ تو دہزن ہے۔ دیکھنے میں بڑا خیف  
 ہے ملک جب عود کرتا ہے تو سب ہی کچھ لے بیٹھتا ہے۔ اس بات کو سامنے



رکھ لو، مقصد بنا لیا کہ انشاء اللہ اس کو مٹا کر دیں گے، فنا کر کے چھوڑ دیں گے۔  
ارے تمنا نہ بھون سے تعلق اور حب جاہ الیسا تو نہ ہونا چاہئے سہ

دریائے ذواواں نشو و تیرہ بسنگ

عارف کہ برنجہ تنگ آب است ہنوز

ذرا بخش ہو، سلال آئے تو سوچے، منشا کیا ہے۔ ارے دو عارف ہی کہاں  
ہوا جس میں خودی آگئی، ابھی صفائے قلب اور تعلق مع اللہ نے موجیں  
کہاں لیا ہیں سہ

عمرے باید کہ یار آید بکنار | ایں دولت سرمد ہمہ کس را نہ بند

بس ہمارے حذرت کی مجلس میں اسی کے حلقے  
حب جاہ کا علاج | ہوئے برسوں، کسی کی خودی نکالی جا رہی ہے،

کسی کی جاہ کو مٹایا جا رہا ہے، مختلف تدبیریں بتاتی جا رہی ہیں، اس پر تنبیہ  
فرماتے رہے کہ کیسے کیسے عنوان سے یہ چیزیں سالک میں آتی ہیں حضرت  
یہی بتاتے۔ ہے کہ ہمارا اپنا مسلح نظریہ بنالیں کہ اس خودی کو اور جاہ کو مٹا کر دیں  
گے تو انشاء اللہ ضرور کامیاب ہوں گے سہ

آہ و زوئیں خون ہوں یا سر قہیں پا مال ہوں

اب تو اس دل کو بنانا ہے ترے قابل مجھے

بس اپنی طاقت دیکھے کہ دوسرے ذلیل تو نہیں معلوم ہو رہے۔ سمجھے  
کہ میں تو جذمتگزار ہوں، بچے بنزیر رشتہ دار سب کا خدمتگذار۔ خادم  
کیا ناز کر سکتا ہے۔ اور یہ ناگواری جو جاہ کی وجہ سے ہے۔ تعذیب ہے۔

گویا کہ ہنٹر لگایا جا رہا ہے حب جاہ کا۔ خودی تو ایک دارغ ہے، ارے  
 رہ کیوں جلے۔ جب اس کا پھور ہو۔ جب ہی مٹاؤ۔

فنا بھی بقا بھی فنا و الفنا بھی

سب آثارِ ہستی مٹاتا چلا جا

سلامتی کا راستہ اور تدبیر یہ ہے کہ اپنی ہر ناگواری پر یہ سوچے کہ میں مج  
 ہوں، اللہ میاں جرم خودی کی سزا دلار ہے ہیں، لگاؤ اس کے ہنٹر۔  
 دیکھتا تھا میں کہ تو نے بھی اشارہ کر دیا

بس تو بہ کر لو اور نادم ہو جاؤ۔

آج اس ہنگامی دنیا میں فتنے ٹوٹ پڑے ہیں۔ چاروں طرف  
 ناپاکیاں ہیں، گندگیاں ہیں۔ بجائے کسی کی تحقیر کے واحد علاج یہ ہے  
 پناہ چاہے، استغفار کرے، شکر کرے، وہی طوفان اٹھاتے ہیں وہ  
 کشتی پار لگاتے ہیں۔ شکر کرنے والا، پناہ چاہنے والا اور استغفار کرنے والا  
 کبھی محروم نہیں ہوگا۔ اس سے احوال بدلتے چلے جائیں گے، کہیں پناہ  
 نہیں سوائے اللہ کی رحمت کے۔ پناہ چاہے اور سب کے لئے چاہے  
 اس سے ناگواریاں اور دل کی کدورتیں دور ہوں گی۔ اور اگر دوسرے آئے  
 کہ سب نے کیوں مانگ رہے ہو تو بھائی جس سے مانگ رہے ہیں  
 ہستی تو عجیب ہے تم مانگو تو وہی۔ وہ نظامِ عالم کو بدلیں یا نہ بدلیں  
 ہم کو تو مخلوق کی خیر خواہی میں لکھ لیا جائے گا۔ جو ان چیزوں میں مشغول  
 ہو جائے اور خود اپنی کشتی گرداب میں دیکھے اس کو دوسروں کو دیکھ کر



ناگوار ہی ہوگی۔

**ندامت اور اعترافِ قصور** | اگر طاعت کی طرف خیال جانے لگے۔  
 تب بھی نادوم ہو تو بہ کرے، ہم کیا  
 اس کی عظمت کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ  
 لوگ خاص خاص چیزوں کو کمال سمجھتے ہیں کوئی عبادت کو کوئی تقویٰ کو مسکے  
 محققین سب سے بڑا کمال اسکو سمجھتے ہیں کہ بندہ اپنے نقائص کو پیش نظر  
 رکھے۔ ہماری طاعات یقیناً ناقص ہیں۔ ان نقائص کے ساتھ کیا ناز  
 کیا جاسکتا ہے بلکہ شرمانے کی بات ہے نادوم ہونا چاہئے، استغفار کرے  
 شرفِ انبیا بھی تو یہی ہے کہ بندہ نادوم ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام  
 کو سب سے پہلے ہی چیز تو عطا کی گئی۔ میرے رب نے صرف ایک چیز  
 سے مجھ کو منع کیا تھا، وہی میں کر بیٹھا، کیسی چوک ہو گئی، کیا حرکت کی۔  
 دو چیزیں سامنے آگئیں۔ عظمتِ الہی اور اپنی بے کسی۔ بس نادوم ہو گئے  
 اور جلا اٹھے۔ مرینا ظلمنا الفسنا۔ ارے رازِ زندگی جو ہے وہ یہی معرفت  
 تو ہے اور اعترافِ قصور بڑی چیز ہے۔

فرشتوں نے انھیں رذائل کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ تو خوریزی کر رہا ہے۔  
 مگر یہی رذائل فرشتوں سے اونچا لے جانے والے بن گئے۔ جتنی معرفت  
 انسان کو ہے فرشتوں کو نہیں۔ آدم سے ایک غلطی ہو گئی تھی معرفتِ آدم کو اس سے  
 اس قدر فائدہ ہوا کہ ندامتِ قلبی پیدا ہوئی کہ ان کا حکم اور ہم قیل و قال  
 کریں، کیا ہم خود مختار ہیں، بڑی بے ادبی ہے۔ جب رذائل ابھرتے ہیں





فاسق کو لے لو اور ان کے متبرک سے تبرک کو لے آؤ۔ اگرچہ بہت سی گندگیاں ہمارے اوپر ڈال دی گئیں مگر اس فسق و فجور پر بھی یہ عالم ہے کہ مسلمان عورتیں ماحول خراب ہونے کی وجہ سے اگرچہ نیم برہنہ نکلتی ہیں مگر ایمان رکھتی ہیں نمازیں پڑھتی ہیں۔ روزہ رکھتی ہیں صدقہ و خیرات سب ہی کچھ کرتی ہیں۔ یہ اعجاز ہے ہمارے حضرت کا کوئی عالم زبان نہیں کھول سکتا۔۔۔۔۔ اور جب ناز آجائے پھر نیچے آجاؤ۔ یہ نشیب و فراز اگر نہ آئیں تو عرفان نہ ہو، بختگی نہ آئے۔

اللہ تعالیٰ مراتب بلند کرے حضرت والا کے، بڑا انسان کر گئے، راستے کھول دیئے، نفس و شیطان دور تک نظر نہیں آتے۔  
 جینا بھی آگیا مجھے مرنا بھی آگیا  
 پہچاننے لگا ہوں تمہاری نظر کو میں  
 ایسی پہچان کر گئے اور ایسی نظر پیدا فرما گئے کہ نہ ناز پیدا ہو سکتا ہے نہ یاس۔

خلاصہ مسلک تھانویؒ | تو حضرت یہ ہے ہماری خالقانہ کائنات تکمیل ترقی اور قرب خداوندی کے لئے۔ سارے

قائمات مخلوق ہی میں طے ہو جاتے ہیں:-

— خلوص کے ساتھ معاملہ کر سب سے دیا نہیں یہ احسان ہے۔  
 — مخلوق کو اپنے نفس کے شہرور سے بچاؤ اور حقوق ادا کر دو یہ سلوک ہے۔  
 — لغو کام نہ کرو، لغو مجلس میں نہ بیٹھو، لغو بات نہ سوچو نہ کہو۔ پھر

جو کام کر رہے ہو وہی مختار ہے اور ادو وظائف ہیں ۔

کام کرنے سے پہلے مشورہ کرو، سوچ لو کہ یہاں کی مرضی کے مطابق ہے یا نہیں ۔ پاس انعام ہے ۔

اس بات پر سخت ہو جاؤ کہ جو شریعت کا حکم ہو گا وہی کریں گے چاہے کچھ بھی خان گزر جائے یہ تمہاری کرامتیں ہیں ۔

اللہ اور اللہ کے رسول کی ہم کو باتیں بتائی جا رہی ہیں ، عقائد اور حالات درست ہوتے چلے جا رہے ہیں ، اخلاق باطنی کی اصلاح ہوتی جا رہی ہے یہ ہمارا اور آپ کا حلقہ ہے ۔

اور اپنی بندگی کا تعلق مالک سے درست کر لو یہی وحدۃ الوجود ہے  
 ۵ اے قوم بیچ رفته کجا بُید کجا بُید  
 معشوق در راہِ نجاست بیا بُید بیا بُید

## سلوک کی ابتداء اور انتہاء

زندگی کی بہترین چیز پروگرام ہے ۔ اس سے کاموں میں مہولت ہو جاتی ہے لہذا جو ضروری کام کرنا ہوں قوت و فرصت کے زمانے میں اپنے وقت پر کرے ورنہ یہ زندگی تو گزر جانے والی ہے ،

۵ میں دیکھتا ہوں رہ گیا نیرنگ صبح و شام

عمرِ فسانہ ساز گذرتی چسلی گئی (عارفی)



علام پاک میں ہے کہ موت کے وقت بندہ کہے گا۔

رَبِّ تَوَلَّأْ أَخْرَجْنِي إِلَىٰ أَحَبِّ قَرِيبٍ فَأَصْدَقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ

ترجمہ: اے میرے پروردگار! کیوں نہیں پہلت دی آپ نے مجھے تھوڑی مدت کے لئے کہ میں صدقہ خیرات کرنا اور نیکو کاروں میں شمار ہوتا

تم اب سمجھ لو کہ پہلت مل گئی ہم میں مختلف مشاغل کے لوگ ہیں، اپنی اپنی حقیقت کو دیکھ لو اور ایک نظر ڈال کر زندگی کا جائزہ لے لو۔

ان تمام معصیتوں کو دھو دینے والی دولت تو بہ استغفار ہے، اس سے حالات بدلتے چلے جاتے ہیں اور بندہ کا رخ درست ہو جاتا ہے اسکو

کام میں لاؤ اور لغویت، معصیت اور غفلت جو زندگی میں داخل ہیں انکو حذف کر دو۔ پھر یہی ہمارے کاروبار، کھانا پینا، دوست احباب سے

مدد مانگنا سب اعمال حسدہ ہیں۔ اب ہماری حیات حیاتِ طیبہ ہے اور ترجمہ یہ رہتا ہے راستہ پر ہیں۔

یہ واقعات اور لمحاتِ زندگی ہیں، تعلقات ہیں، معاملات ہیں۔ ان کے کچھ مطالبات ہیں۔ ان سب تغیرات اور حالات کے اندر

جیسا جیسا وقت آتا جائے اس کا حق ادا کرتا جائے۔ اسی میں کبھی ٹکریٹ کبھی صبر ہے اور دونوں ان کی رضا کے مقام ہیں۔

انسان بہر حال انسان ہے مگر یہ قصداً ہتھام کہ غفلتیں یا غزشیں اگر زندگی میں آئیں تو توبہ کر لیں گے تو پھر یہ غزشیں بھی ہماری محسن

ہیں۔ ان ہی سے قرب حاصل ہو گا اور حیاتِ طیبہ میں بھی مزید اضافہ ہو گا

اس لئے کہ نادیم ہیں، شرمسار ہیں، مستغفر کر رہے ہیں، تلافی و توبہ  
میں لگے ہوئے ہیں اور یہ سب کچھ کئی عین ان کی رضا کے مطابق ہے،  
اب مان اپنا ہے اس کے دل خواہ کیا پوچھتے ہو اللہ

جب یہ حالتیں راسخ ہو جاتی ہیں انہیں کوثر عطا فرمائی جاتی ہے  
کہتے ہیں۔ مقام کے معنی ہیں اور نہ عیب کا امور طبعیہ بن جانا، ان میں  
تردد نہ ہونا، تذبذب نہ رہنا، انتظام ہو جانا اور اہتمام کرنا  
اہتمام کی بدولت ہو جانا۔ چاہے کوئی کیفیت ہو یا نہ ہو بلکہ یہ دوام ہے  
یعنی اپنی سی گئے جائے۔ بنے یا نہ بنے

ہم تو صرف اہتمام کے تکلف ہیں انجام کے تکلف نہیں انجام تو ان کا  
ہوتا ہے۔

ع گہی کے لب پائیم کسی کے لب پہ آ

اور یہ سب ان کی محنت کے ثمران ہیں۔

اب سب لاک شری و متویر السلسل پر تل پیرا ہے، ذرا نفس دور بہت  
کے اہتمام میں سردت اور ساری زندگی ان کی غشا، کے مطابق رہنا  
ہے۔ تصویر میں لائے کہ اس دستور العمل میں کیا کوئی تغیر ہو سکتا ہے کسی  
تغیر کا ارادہ ہے؟ بالکل نہیں ہے۔ سو سال کی زندگی جوتی تب بھی یہی  
کرتے اور ابدال آباد کی جوتی تب بھی یہی کرتے۔ جب یہ ہے تو اس کا سلسلہ  
کبھی ابدال آباد، رعد کا مقام جنت ہے۔ اسے تصویر مہتمام ہی سے تو اللہ  
مرا لئی ہوئے ہیں، جو کام کرنے کا ہے وہی تو کر رہے ہیں۔ اب پچاس



تہذیب پر جان نکل جائے یا سوتہ تہذیب پر نہ تو شکست تھی انتہا میں آگئے ہیں  
کیا معلوم کہ موت ابھی آجائے گی۔

اتنا تو آسان طریق پھر بالوسی کی کیا بات ہے۔ راہ پیڑ جسنے کے  
بعد بڑی بیکار بات ہے یہ کہتے رہنا کہ ہم کھنگار ہیں۔ بڑی بڑی قدرتی ہے۔  
ارے کب کب تھا اللہ میں نے کہ معاف نہ کریں گے۔ یہ عازت تو چھوڑ ہی  
دینی چاہئے۔ بڑی ناشکری ہے۔ بار بار کیا ہو پتہ۔ عظیم و شہیر  
کے سامنے سب کچھ پیش کر دینا مادم ہو چکے۔ اب ان کی رحمت کی طرف  
دیکھو کیسے کیسے۔ کاش لوگوں کو معافی ملے گی۔ ادا ہے مستور نہ کر کے تو محروم  
رہو گے۔ ادا نہ کی بھی کوئی بات نہیں یہ تو اللہ کی دین اور عطا ہے۔  
غافل مرنے کو مرکب مردان زہد را در سنگ لاج باد یہ پانا ہریرہ اند  
تا میدہم باس کہ رندان بادہ کوش تو گدا و یک خرد قل بمنزل ہریراند  
حضرت ایک نریش کافی ہے ناہیدی کس بات کی اور والوں کیوں ہوئے  
نو۔ تمام اہل وجدان اور اہل عرفان نے سارے تقاضات عہدیت طے  
کر کے بتا دیا کہ نیکی کام ہی "ذائقہ و واجب" ہیں۔ ہزار سال زندہ  
رہو تو کیا اور پچاس سو سال تک زندہ رہو تو کیا۔ صراطِ مستقیم پر رہنے  
والوں کو انہیں اعمال کے اجتہاد کی ضرورت ہے۔

الحمد للہ انتہا میں کرنے والے محروم نہیں بڑے خوش نصیب ہیں بڑے بڑے  
محققین کے ہاتھ میں بڑے بڑے تکیاں اقدار میخبر، یقین، شہداء اور صالحین  
اسی راستہ پر چلیں۔ ع۔ ہر ایک اپنے دل کے گمراہی سے

سچی اور تمیز

السعی منی والایتمام من اللہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ ساری عمر اپنی استطاعت کے مطابق طاعات میں کوشش اور معافی سے بچنے کا اہتمام

اور کون او اگر سکتا ہے یہ نیک تمھاری طرف جتنی نسبت ہے عمل کی دود تو  
تمام عمر ناقص بن رہے گا اتمام کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں اور ان کا اتمام  
کامل ہے۔ اب اپنا اپنا ظرف ہے اس میں بڑے بڑے ظرف والے،  
اہل معرفت اہل مقامات اور صاحب نسبت بھی ہیں اور چھوٹے ظرف والے  
بھی ہیں۔ تم اپنا ظرف دیکھو اور انعامات کا شاہد و کرد تاملہ شکر کی توفیق ہو  
۵ کیا فرض مجھ کو کہ کس کے جام میں ہے کتنی

میرے پیارے میں لیکن حاصلِ مہمان ہے (عارفی)

اس طرف دیکھو کہ ناقص ہی رہا انتہائی کامل تمام فرمایا کچھ نہیں درجہ میں  
جاؤ گے اپنا طرف کم اور عطا کامل نظر آئے گی۔ اس سے مزید شکر کی توفیق  
ہو گی۔ استعداد ترقی کرے گی، طرف بھی بہتے گا اور بڑے بڑے  
صاحب کمالات میں جن پر افعال و انعامات الہیہ ہوئے ہیں شامل ہو جاؤ گے  
کچھ نہ کر پائے اور نعمتیں اندازہ دے باہر ہیں اس پر گردن جھکا کر زدامت کے  
ساتھ شکر ادا کر دیں وفا کی شان ہے۔

ارشاد فرمایا گیا ہے: **ما عرفناك حق معرفتك**۔



اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی**۔ ترجمہ (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔ جنور علی اللہ علیہ وسلم نے یہ دولت اپنے صحابہ میں تقسیم فرمائی پھر حضورؐ کی مجلس والوں میں جس طرح صدیق اکبرؓ شامل ہیں اسی طرح ایک بدوختی بھی کامل ہے۔

ارشاد ہے **الصحابی کا لہجہ مر**۔ ترجمہ ہمارے صحابہ (براہین حاصل کرنے کے لئے تیاروں کی تارت میں) سب جہنم کے بے ہیں چھوٹے بڑے اپنی اپنی جگہ پر۔ ان کے مراتب الٹ الٹ ہیں۔ بیشکیں جبرائیلؑ کا نہ مگر سب کامل ہیں جنت میں بھی سب کامل ہی ہوں گے نہ نقص کوئی نہ ہوگا۔ مگر مراتب اور مدارج میں زمین آسمان کا فرق ہوگا۔ ارے ان کے فضل سے اہتمام کر نیوال ہر امتی اپنی جگہ پر کامل ہے۔

اسی طرح شیخ کی مجلس میں مختلف استعداد کے لوگ ہیں۔ شیخ نے ایک کو درس دے دیا۔ میں لگا دیا، ایک کو خانقاہ میں بٹھا دیا۔ کسی کو مسجد میں امامت پہرہ دینی کسی کو اذان دینے پر اور تھارڈ لگا دیا۔ چارواں عامور کر دیا۔ سب کامل ہیں۔

پھر دوران سعی میں کوئی کسی حلال میں ہے کوئی کسی حلال میں حضرت ﷺ کی مجلس میں فقیہ محمدؐ حب دوتے دوتے نہڑنا ہوئے جارہے ہیں تو حبیب اللہؐ سب ہنستے ہنستے دیوانہ بنے جارہے ہیں۔ ایک امام نعمت پر دو دئے تو کیا اور دوسرے ہنس دئے تو کیا، اپنا اپنا طرف ہے مگر پیمانے دونوں کے لبریز ہیں۔

آپ کے جتنے ملازمین ہیں سب نو آپ کے لئے اسے درجہ میں  
قرب ہے اور اپنے اپنے منصب پر سب کامل ہیں۔

ہمارے حلقہ میں جو عرفان آپ کے لئے ہمارے لئے کامل ہے آپ کے  
حلقہ میں جو آیا ہے آپ کے لئے کامل ہے۔ بہت سی ایسی باتیں ہیں کہ  
آپ کے دوست جانتے ہیں آپ نہیں جانتے اسی طرح اس کا عکس ہے یہ  
اپنا اپنا رنگ ہے مگر عطا ان کی کامل ہے پس کسی کی نسبت بندہ کی طرف  
ہے اور یہ ہمیشہ ناقص ہی رہے گی۔ اور عطا ان کی طرف سے ہے یہ ہمیشہ  
کامل ہوئی۔۔۔

حسن کہاں حسن ہے یعنی حسن جو اس کا نام ہے  
عشق مال عشق ہے یعنی عشق میں کامل کو مل نہیں

## غفلت کی مذمت اور رجوع الی اللہ کی ترغیب

زندگی کے STAGES بڑے سبق آموز ہوا کرتے ہیں۔ مختلف  
حالات دینا دیا دنیا دار سب پر گزر رہے ہیں۔ ایک وقت ہوتا ہے  
تعلقات بڑھانے میں مزہ آتا ہے دوسرے وقت تعلقات گھٹانے میں  
لطف ہوتا ہے۔ پہلے مسلمان اگر عمر کے ایک حصہ کو لہو لعب میں صرف  
زیچہ دیتے تھے تو آخر میں اکثر خدا کی طرف متوجہ ہو جاتے اور اپنی آخرت  
سنوار لیا کرتے تھے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ زیادہ تر دین کے چرچے تھے اور



ابتدائی تعلیم بڑی محسوس اور مذہبی ہوتی تھی۔

(انگریز اسلام کا پرانا دشمن، اس نے اور ایج (DOER AGE)

اور انڈر ایج (UNDER AGE) کی بجائے لگا کر مسلمان کو روزی میں  
الجہاد یا کہ عربی (یہ صرف قرآن ہی) اگر پڑھیں گے تو ملازمت کے لئے عمر نہ  
رہے گی۔ کجنت نے نہ دین کا چھوڑا نہ دنیا کا۔ جب گیا تو وہی انگریزی ذہنیت  
پیدا کر گیا۔ پہلے مسلمان بچوں کے لئے ابتدائی کتابیں تہذیبی ایمان افروز  
ہوتی تھیں۔ پہلا جلد "راوی نجات" کا ہمیں یاد ہے یہ تھا: عزیزو! سمجھو  
تم اس بات کو مسلمان ہونا بڑی نعمت ہے۔ "آج بلی اور کتے ابستدار  
میں بچوں کو ڈوا سے جاتے ہیں اور جب بڑے ہو گئے تو نواب مس صاحب  
بن کر ہو گئے۔

ایک بڑے میں کو دیکھا۔ بالکل بوڑھے۔ کمر تھکی ہوئی ہوٹ چنے  
کمانی لٹکائے چلے جا رہے ہیں۔ اب تک یا اندر آخرت کا اندازہ نہیں ہوا  
اور بھول جاتے اب تو سب چیزوں کو، آخرت کے معاملات بڑے نہیں  
ہیں ذرا قلب کو فارغ کر بیٹے مگر۔

بے صرفہ ہی گزرتی ہے۔ ہو کیوں نہ عمر خنہ  
حضرت بھی کل کہیں گے کہ ہم کیا کیا گئے

اللہ کی معرفت تو بہت دوسری بات ہے اپنا ہی حق ادا نہیں ہوتا۔ کوئی پاکیزہ  
زندگی ہو کچھ لطفِ زندگی ہو کچھ تو ہو جس کے لئے سرمایہ وقت کھو رہے ہو وہ  
احساسِ زندگی ہے نہ کچھ لطفِ زندگی ہم کیا جئے کہ مائلِ خواب گراں ہے

حدیث دیگر ان کب تک اپنی ہی آپ جیتی عبرت کے لئے کچھ کم موثر ہند  
اپنی حالت کا جائزہ لو سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ اگر آخرت پر ایمان  
تو جتنا سوچو گے اتنا ہی افسوس اور قلق ہو گا اور سوچتے سوچتے اگر نہ  
ہونے لگو اور یا اس غالب آنے لگے تو یہ بھی غلط ہے ۱۔

سنجھنے دے مجھے اے نا امیدی کیا قیامت ہے

کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے بعد سے

غفلت کا وقت تو خیر گزرا ہی گیا مگر کس کا دامن ہاتھ میں ہے  
دیکھو۔ تم کو حضور کے امتی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس کا شواہد  
کرو اور باقی زندگی اس قدر دانی میں گزار دو ۲۔

وقتِ طلوع دیکھنا وقتِ غروب دیکھنا

دل یہ ہو چکا ہے دنیا کو خوب دیکھنا

دوست احباب پارِ خیال اس کا مسل کچھ بھی نہیں لیکن ایک نشہ  
اللہ کے لئے ذخیرہ آخرت بن جائے گی یہاں تو نبیؐ ٹولیت

ہے ۳۔ بس ہے اپنا ایک بھی مالہ اگر اپنی بچے وہاں

گرچہ کرتے ہیں بہت سے مالہ و فریاد ہم

# پندار کا منہ کدہ ویران کئے ہوئے

حضرت دانا سے سید صاحب کی بیعت کا تذکرہ کرتے ہوئے



کہ جب تک یہ زخم باطل کہ میں کچھ جانتا ہوں نہ ٹوٹ جائے باطل کی راہ نہیں  
 نکلتی۔ کوئی یہ سمجھا دے کہ تمہیں کچھ نہیں آتا۔ جب یہ سند مل جائے گی تمہاری  
 ہو جائے گی۔

تا بدینجا رسید دانش من

تا بدینم ہمیں کہ نادانم

بڑا حجاب اور بڑی رکاوٹ اس راہ میں پندار ہے اور اپنے کو کچھ سمجھنا  
 ہے اور بڑا ذریعہ ترقی کا اپنے نقائص اور نااہلی کا استحضار ہے اس لئے کہ  
 : معرفت کل کوئی انتہا ہے نہ فضائل کی نہ

حاصل ثمر بشر جہل کا عرفان ہونا

عمر بھر عقل سے سیکھا کئے نادان ہونا

سید سلیمان ندوی عالمگیر شہرت کے ملک عالم، علامہ، مورخ ادیب سب  
 ہی کچھ تھے کہتے تھے کہ دس سال تک اس تار و کوئے کر پھر اک ہزار و ستان کے  
 کسی گوشہ میں کوئی مردِ کامل مل جائے جو میری نصیحت تو دیکھے، میری  
 "سیرت" دیکھے، تاریخ و ادب میں کادشوں کی کوئی تو داد دے۔ کوئی اہلِ دل  
 اہلِ نظر نہ ملتا تھا۔ لیکن کشمش بھٹی تو کھانا بھون کی طرف، دل اسی طرف  
 کھینچتا تھا، خواب میں دیکھتا تھا تو کھانا بھون۔ سید صاحب نے از خود رجوع  
 کیا۔ آخر سب خیالات سے فارغ ہو کر پہنچ گئے حضرت کی مجلس میں۔

دل پھر طوافِ کوئے ملامت کو جائے ہے

پندار کا نسیم کرد ویران کئے ہوئے

پہلی ہی ملاقات میں غزیمیت کا طائف ٹوٹ گیا وہ آئینہ جس میں  
 اپنی ہی تصویر نظر آتی تھی پاش پاش ہو گیا اور خانقاہ میں صدوری کے ستون  
 کو پڑ کر فرمایا تھا کہ "ساری عمر کے تجربے سے یہ معلوم ہوا کہ جن علوم پر ہم کو نماز  
 بتی وہ سب جہنم کے علوم تو یہ بڑے مہیاں لئے بیٹھے ہیں، جب چلنے لگے  
 عرض کیا کہ کچھ نصیحت فرما دیجئے۔ فرمایا نہ حضرت یہاں تو پہلا قدم اپنے  
 کو مٹانا ہے۔" پس گریہ جاری ہوئی باقی وقت اس ٹوٹ گیا، دفعتاً رخ بدل  
 گیا، ذوق بدل گیا، اپنے کو اتنا مٹا یا ایسا بنا گیا کہ سارے عالم کو معلوم ہو گیا  
 کہ حضرت سے تعلق ہے۔ حضرت کے ادنیٰ خادم رحم علی کی جوتیاں اٹھا  
 پھرتے تھے دوستوں کے بند و سناں میں خطوط آئے کہ یہ تم نے کیا بیہیا ہے  
 تو یہ تھا کہ مولانا تھانوی قس سے روبرو ہوتے تم اسے ان سے بیعت ہو گئے۔  
 فرمایا کہ بھائی میرے جن کمالات کے آپ قائل ہیں انہیں کمالات نے وہاں  
 سے جا کر جھکا دیا۔ میں نے اپنا قبیلہ درست کر لیا تم بھی درست کر لو۔

گرچہ بدنامیست نزد عاقلان

مانی خواہیسم ننگ و نام یا

## ذکر و فکر اور مقام شکر

ہم کو ذکرِ لسانی کی عادت ڈالنی چاہئے، ذکرِ لسانی کرتے کرتے کبھی  
 دل تک ایک آدمی دفعہ بہر پہونچ جاتی ہے اور ذکرِ قلبی کی دولت میسر ہو جاتی



ہے۔ پھر تمام عالم امکان ہمارے لئے ذکرِ قلبی کا باعث بن جاتا ہے جس طرح تسبیحِ مذکر ہے ذکرِ نسانی کے لئے اسی طرح اس کائنات کی ایک ایک شے مذکر ہو جاتی ہے۔ ذکرِ قلبی کے لئے اور معاملات معاشرت اور حوادث غرضیکہ تمام چیزیں ذکرِ قلبی کی فضا میں تجلیات نظر آنے لگتی ہیں۔

یہ ذکرِ قلبی دعوتِ فکر دیتا ہے، احساسِ فکر اور تقاضائے فکر پیدا کرتا ہے۔ بلکہ یہ کہتا چاہے کہ فکر کا مادہ جو خوابیدہ اور چھپا ہوا تھا اس کو ابھار دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ تمام سامان اپنی طرف متوجہ کرنے کے واسطے پیدا فرمائے ہیں، کچھ خوشگوار، کچھ ناگوار۔ سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور ہمارے لئے ہیں۔ تجلی جہاں بھی ہمارے سے اور تجلی ہلال بھی ہمارے لئے، ان دونوں کے بغیر معرفت کی تکمیل نہیں ہوتی۔ شکر سے ہی معرفت پیدا ہوگی اور صبر سے بھی اور معرفت سے محبت حاصل ہوگی۔ محبت کی گرویدگی کس نے پیدا کر دی، سخت لہجے سے ہمارے ساتھ کسی کو کس نے بلوایا یہ حوادث جو کبھی مزاج پر سی کر لیتے ہیں کس نے ظاہر کر دیے؟

تیری محفل سے اٹھاتا غیر مجھ کو کیا مجال

دیکھتا تھا میں کہ تو نے بھی اشارہ کر دیا

معلوم یہ ہوا کہ ادھر ہی سے اشارہ ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ تعلق قوی ہو جائے۔

دلِ فدائے یارِ دلِ رنجانِ من

ناخوش تو خوش بود بر جانِ من

یہ سب حالات انھیں کی طرف سے ہیں اور کس کے لئے ہیں، ہمارے لئے۔  
 بس کچھ دن تک دیوانوں کی طرح یہی ٹٹ لگانی چاہئے کہ یہ سب  
 کچھ میرے لئے ہے۔ عالم کائنات ہے اور میں ہوں۔ ہوائیں، فضا میں  
 سب میرے لئے ہیں۔ ہر چیز اللہ نے میرے لئے پیدا کی۔

لمحات کہہ رہے ہیں کہ ہم بھی موجود تم بھی موجود، اپنا لوبہم کو یہی ہمارا  
 مصروف تھا۔ یہ لمحات اللہ نے میرے لئے پیدا کئے۔

سورج طلوع ہو رہا ہے میرے لئے۔ آج کائنات کو حیات نو عطا  
 کی جا رہی ہے۔ میرے وجود کے لئے۔ ہزاروں تقاضا کرنے والی اور اللہ  
 کی طرف متوجہ کرنے والی چیزیں موجود ہیں۔ یہ اللہ نے میرے لئے پیدا کی ہیں،  
 اس کی ذرا جھلک آئی اور شکریہ ادا کر دیا۔ آتے آتے یہ جھلکیاں تند و تیز  
 ہو جائیں گی اور آپ اپنے آپ کو انعامات الہیہ میں ڈوبا ہوا پائیں گے  
 ان جھلکیوں کو پیدا کرنے کے لئے اپنی زندگی سے چند لمحات ضرور نکال لیجئے۔  
 بڑھیں گی تکرار سے، اہل اللہ کی صحبتوں سے اور استحضار انعامات الہیہ  
 سے کرو۔ دل چیزیں یاد دہانی کے لئے موجود ہیں۔ چند کا بھی شکریہ ادا کر دو گے  
 کامیاب ہو جاؤ گے اور جس روز اس مراقبہ میں بار جاؤ گے اسی روز دروازہ  
 کھل جائے گا۔ پکارا کھو گے کہ اے اللہ میں تو ان جھوکوں کا حق ادا نہیں کر سکتا  
 اے اللہ توفیق عطا فرما کہ میں آپ کی رضا کے لئے صحیح طور پر قدر کے ساتھ  
 یہ چیزیں استعمال کروں۔ اے اللہ مجھے اپنا شکر گزار اور فرماں بردار  
 بندہ بنا لیجئے۔



# اسباب تقویت روح و آثار حسن خاتمہ

دوست اور برادر کا مشاء جو کچھ ہے وہ فراغتِ قلب سے ہو  
 الحمد للہ برادر کا مشاء یعنی فراغتِ قلب ہم کو حاصل ہے۔ اگر فراغتِ قلب  
 منہ نہ ہوتی تو ذکر اللہ کے سے یہاں کیسے جمع ہو جاتے۔ کثرتِ ذکر اللہ اور  
 صحبتِ اہل اللہ بڑی نعمت ہے۔ اندازہ نہیں ہوتا صبح سے تمام تک جانے  
 کتنی نعمتیں کن چکے ہیں۔ اس سے بڑی، خون وغیرہ سب ہی کچھ بنے گا مگر  
 اس وقت کچھ احساس نہیں ہو رہا۔ اسی طرح روح کی غذا ذکر اللہ ہے۔  
 ذکر اللہ سے یہ توانا ہوتی ہے۔ اگرچہ اس وقت اس کا احساس نہ ہو لیکن  
 جب پیہم ناتواں سے نکلے گی انشاء اللہ بڑی قوی ہو کر نکلے گی۔

دوسرے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تبلیس ہوتا ہوں ایسی مجلس  
 کا جس میں میرا ذکر ہو۔ اس پیہم محالست سے یہی روح کو تقویت پہنچتی  
 رہتی ہے۔ پس جب یہ روح جسم سے مہارت کرے گی تو جن کی محالست  
 سے انشراح کر چکی ہے انہیں سے وابستہ ہو جائے گی۔ الحمد للہ منجھار  
 علامات کے ایک یہ بھی علامت ہے حسن خاتمہ کی۔

## فکرِ خود

ایک صاحب کی اخباری اور سیاسی گفتگو پر جو بہت دیر سے

مسلمانوں کی بے راہ روی کی شکایتیں کر رہے تھے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ یہ دور یوں ہی رہے گا جو اذیت اور انقلابات آتے رہیں گے لیکن کسی پہلو سکون نہیں ملے گا۔ سکون اگر ملے گا تو جھوٹ کے دامن میں سے

بچ کئے بے درد و بے دامنیت

جن مخلوت کا حق آرام نیست

جھوٹ کے دامن میں ہزاروں دھتیں ہیں، ہم نے اسی رحمت کے دامن کو تو چھوڑ دیا اسی وجہ سے پراگندہ ہیں۔ یہ سب ہمارے ہی قدموں کی حکومت ہے۔ ورنہ تو اسلاف نے اس دامن میں پناہ دے کر کر کے دکھلا دیا کہ حکومت اور سیاست کس کو کہتے ہیں۔ اب کون بدے گا اس نظامِ عالم کو، کوئی بدل سکتا ہے، قرب قیامت ہے اپنے ایمان کی خیر منائیں

ایمان چہ سلامت بلبل گور بریم

احسنت بریں چستی و چالاکی مرا

بھئی جو چیز ہیبت ناک ہے اس سے بچو، طرز معاشرت بدلو، جس جس کام کے ہم فی الحال مکلف ہیں وہ تو کر لیں، اپنے اندر تو تغیر پیدا کر لیں، بس ہمارے لئے اور آپ کے لئے یہی ایک کام ہے کہ اپنی طرف دیکھیں،

شکوے شکایت میں مبتلا ہو کر ہمیں کچھ نہ ملے گا

بیکار ہیں سب قہقے کیوں انکی طرف دیکھو

ان سب کی حقیقت کیا تم اپنی طرف دیکھو



# اصلاح کا آسان طریق

زندگی میں بہتر تغیر پیدا کرنے کے سلسلے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندہ کا معاملہ عجیب ہے۔ آج طلب ظاہر کر دو، ارادہ کرو اصلاح کا، بندہ فہرست کن کن کوتاہیوں میں مبتلا ہو۔ معاشرت، معاشرت اخلاق سب میں کوتاہیوں کا جائزہ لے لو۔ اب دیکھو کن کن چیزوں کو چھوڑ سکتے ہو اور کن چیزوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ مثلاً وضع قطع کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اب دیکھو معاملہ کس سے کرنا ہے۔ کس کے لئے سنوار رہے ہو خود کو، بس انہیں کے سامنے تنہائی میں کہ لو کہ اے اللہ! وضع قطع میں تغیر محال نظر آتا ہے اگرچہ میں یہ وضع پسند نہیں کرتا، مگر خراب ماحول میں پرورش پائی۔ ایک ٹکڑیہ کرچکا، بگڑ گیا، آپ اس بگڑی ہوئی استعداد کو بدل دیں۔ آپ کے لئے یہ آسان ہے میرے لئے یہ محال نظر آتا ہے۔ تنہائی میں تہجد کے وقت اللہ میاں سے باتیں کر لیں اور کسی مخصوص وقت اور تنہائی کی بھی ضرورت نہیں، کوئی وقت ہو۔ تخلیہ تو اسی وقت ہو جاتا ہے جب تمہارے ان سے باتیں شروع کر دیں۔

اللہ تعالیٰ خود پسند فرماتے ہیں کہ یہ بدحواس براگندہ بندے کچھ دیر تو ہماری طرف متوجہ ہو جائیں۔ دن میں رات میں جس وقت چاہیں بات کریں ہمارے سامنے اقرار تو کریں اپنے عجز کا۔ کس چیز کو ناممکن سمجھتے ہو۔ وضع قطع میں تغیر تمہارے لئے ناممکن ہی مگر یہ تو ممکن ہے دو باتیں دو منٹ

کے لئے ہم سے کر لیا کرو، کسی وقت ہم سے یہ کہہ لیا کرو کہ اے اللہ! میں عاجز ہوں، ناتواں ہوں، مغلوب ہوں۔ نہ لائق ہوں کچھ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ آپ ہی اپنا افضل فرمادیں یہ تو کہہ لیا کرو، کیا اتنا بھی نہ کر سکو گے؟ اتنا تو اختیار مانتے ہو کہ زبان سے کہہ لو۔ اس اثنا زبانی تو کام میں لے آؤ۔ دیکھو پھر تغیر ہوتا ہے یا نہیں۔

اس دربار میں معروض پیش کرنے والا کبھی نامراد نہیں ہو سکتا۔ ذرا حسبِ ظاہر کر کے مانگنے پر اثر تو آؤ۔ پیش تو کیڑ کچھ لینا کہنا ہے۔ کام تو یوں ہی بنے گا، عاجز و درماندہ ہو کر سامنے آ جاؤ، اے اللہ! کوئی میری مدد نہیں کر سکتا مولے آپ کے۔ آپ کی قدرت و جلال کے سامنے میں کیا سارا عالم عاجز ہے۔ اے اللہ! بیوی اور اولاد میری، دوست احباب میرے۔ دل میرا نفس میرا، اور اپنا ہوتے ہوئے پھر بیگانے۔ کوئی بھلی بکھنے میں نہیں کوئی اپنا ہمنوا نہیں۔ اس عالم کا نہارت میں میں تنہا ہوں، حیران و پریشان عاجز و درماندہ، میں تو قادر نہیں پانا خود کو اعلان پر۔ کسی چیز پر قابو نہیں آپ ہی اس ضعیف کی۔ شکری فرمائیں۔ بس طلب ظاہر کرو، راستہ تو عرض معروض ہی سے کھلے گا، زانی کرو، کہتے رہو۔ دیکھو پھر زندگی میں انقلاب آتا ہے یا نہیں۔ مگر ہم میں طلب ہی نہیں۔ طلب نہ ہونے پر فرماتے ہیں، انا نلزمکمو حاد، ننسہ لہا کر سون اکیا ہم ہدایت کو تم پر چکا دیں اور تم اس کو ناپسند کرتے رہو۔ ارے کچھ خود بھی تو طلب ظاہر کرو۔ بغیر طلب کے کہیں کچھ ملا۔ بے کسی کو، جب مانگو گے نہیں تو کوئی دے



کیسے دے گا!

## فرائض و واجبات کی اہمیت

فرائض و واجبات کی ادائیگی کے سلسلے میں فرمایا کہ عرفی ولایت تو کشف و کرامت ہوئی مگر حقیقی ولایت یہ ہے کہ احکاماتِ الہیہ پر عمل ہو جائے اور احکامات کے دو پہلو ہیں۔ یہ کرو اور یہ نہ کرو اور دونوں میں معرفت اور معیت الہیہ ہے اور اس کے لئے ہمارا تمام وجود مکلف ہے۔ زبان سے کسی کو نیک مشورہ دیر یا مقرب حاصل ہو گیا۔ غیبت سے زبان کو روک لیا۔ قرب حاصل ہو گیا۔ کلامِ پاک کی تلاوت کی بھارت سے قرب حاصل ہوا۔ کوننا محرم کے دیکھنے سے روک لیا۔ قرب حاصل ہو گیا۔ ان رات اسی کی دعوت تھی، مگر اس حال پر استحکام اور استقامت وہ دولت ہے کہ کشف و کرامت کوئی حقیقت نہیں رکھتے اس کے سامنے مگر یہ ایک دو دن کا کام نہیں۔

عمرے باید کہ یار آید بکستار  
ایں دولتِ سرمد مجھ کس راند ہند  
حضرت حقی صاحب نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کو ایک مرتبہ خط تحریر فرمایا کہ عرصہ سے آنحضرتؐ کا حال معلوم نہیں ہوا۔ حضرت گنگوہیؒ نے جواب دیا اشرم آتی ہے کیا لکھوں کچھ حاصل نہ کر یا یا لیکن حضرت کی جوتیوں کے طفیل امورِ شریعہ امورِ طبعیہ بن گئے، کوئی اشکال نہیں رہا اور مدح و ذم کا

دل پر کوئی اثر نہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس جب یہ خط پہنچا سر پر لکھ لیا، کھڑے ہو گئے وجد طاری ہو گیا۔ اللہ اللہ! یعنی زندگی دھل گئی تھی، ذرائع دواجب ت میں اور اسی دھن میں لگے ہوئے ہیں لہذا کسی کے بُرا بھلا کہنے کا کوئی اثر دل پر نہیں۔

## رمضان شریف کا اہتمام اور اہمیت

ڈاکٹر صاحب کا معمول ہے کہ جمعہ کی خصوصی مجلس میں حضرت والاؒ ہی کی کوئی تصنیف و تفسیر میں جلس کو خود پڑھ کر سناتے ہیں اور اس کے بعض بعض جملوں کی تشریح فرماتے اور سمجھاتے جاتے ہیں۔ اس مرتبہ حضرت والاؒ کی تصنیف ”تعلیم الدین“ معمول میں تھی جو رمضان شریف سے دو چار روز پہلے ختم ہو گئی تھی جو نگر رمضان شریف میں جمعہ کی خصوصی مجلس موقوف رہی ہے اس لئے حضرت والاؒ کی کوئی دوسری کتاب رمضان شریف کے بعد ہی شروع کرنے کا خیال تھا۔ آج (۲ فروری ۱۳۸۷ھ) رمضان شریف کے اہتمام پر گفتگو فرمائی۔

الحمد للہ تعلیم الدین ہم ختم کر چکے تصدیق اور عقائد کی تصحیح کے بعد عمل میں کوتاہی کے لئے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ معاف فرمادیں گے۔ گویا کہ حدود رمضان میں دین پر تفصیلی نظر ڈال کر ایمانی صحت کو لئے ہوئے ہم داخل ہو رہے ہیں۔



آنے والے تیس دن بڑے اہم ہیں۔ اللہ میاں کی طرف سے بڑے بڑے اعلانات ہیں رحمت و مغفرت کے۔ یہ خصوصیت کر دینا کہ یہ مہینہ ہمارا ہے اور ہمارے لئے ہے۔ بڑی اہمیت رکھتا ہے اس ماہ مبارک میں جنتیں سنواری جاتی ہیں اور خوشبو سے لسانی جاتی ہیں۔ ہم کو بھی ضرور کچھ اہتمام اور فکر کرنا چاہئے۔

آپ بہت سی چیزوں کا اہتمام کرتے ہیں اللہ کی بارگاہ میں جانے کا بھی پہلے سے کچھ اہتمام کر لیجئے! آپ مہمان خاص کی صورت میں بلائے جارہے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ بارگاہِ الہی میں داخل ہونے سے پہلے اپنے لباس پر ایک نظر ڈالیں، اپنی زندگی کا جائزہ لے لیں۔ کون سے داغ ہیں، کونسی خامیاں ہیں، کون سے تقاضے ابھرتے ہیں، کن حسنات سے رہ جاتے ہیں اور کن کن چیزوں کی ہمیں ضرورت ہے۔

بارگاہِ الہی میں ندامت کے ساتھ خطاؤں کی فہرست لیکر جائے کہ معاف فرما دیجئے۔ (نوافل) عبادات اور طاعات بھی لے کر جائیے کہ یہ رکھی ہیں آپ کے سامنے یقیناً ناقص ہیں مگر آپ قادر ہیں کامل کر دیجئے اور میرے والدین اور اہل حقوق کو بخش دیجئے۔ قیامت کے بذریعہ توبہ دیے جائیں گے ایک طرف، پرکھ تو حسنات کی جوئی سو اس غلش کو بھی نکال دیجئے، ع۔

بس ایک امید کرم لے کے چلا ہوں

سانی عبادتیں ایک طرف اور اللہ کی رحمت کی امید ایک طرف۔ یہ ندامت

قلبی اور یکسی بڑی دولتیں ہیں۔ ان کے حصوں کے ساتھ تمام بالنی دولتیں  
مل جاتی ہیں۔ یہ ہے کہ یہ اور تمام ہو کر بارگاہ میں آجیے اللہ  
ضرورت ہوگا۔

چارہ سازی کر رہا ہے ان کا لطف و نواز

حاصل عدنانا ہے یہ یہ یکسی میرے لئے

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی تبدیلیوں میں بڑے سبق رکھے ہیں۔ بڑے  
بڑے مناظر سامنے آتے ہیں، کبھی خزان ہے، کبھی بہار ہے، اسی قسم کے  
تغیرات ہمارے قلب پہ بھی آتے رہتے ہیں۔ ہماری ناقبت اندیشی  
بے التفاتی اور غفلت سے گیارہ مہینے اس دل پر خزان کے اور تاریکیوں  
کے گذر گئے۔ یہ مہینہ اس کی بہار کا ہے، انوار و تجلیات کا ہے۔ اس  
مہینے میں اللہ کی سنایا اور تجلیات اس قدر ہیں کہ اگر وہ پردہ اٹھا دیں  
تو ہمارے دماغ خراب ہو جائیں۔

یہ انھیں غلط فہمی کا اثر ہے کہ حصول انوار کے سے توفیق وافر  
دیرتی جاتی ہے، کلام اللہ کس کثرت سے پڑھا جاتا ہے! یہاں سے  
نور محفوظ تک نوری نور ہوتا ہے۔ ہر گوشے پر انوار و تجلیات ہوتے ہیں  
خیر کی طرف کیسے ٹوٹ جھک جاتے ہیں، صدقات و خیرات کی کتنی توفیق  
ہو جاتی ہے۔ کمزور و ضعیف بوڑھے لوگ سمجھی روزے کا اہتمام کرتے  
ہیں۔ رحمتوں اور مغفرتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اسے بھائی دُوب جاؤ  
ان انوار میں اللہ کا احسان ہے بوقعدہ دیا ہے۔ کیسی محرومی ہے اس



مسلمان کی جو آمادہ ہو کر نہ آئے۔ مجھی تو اللہ میاں ناراض ہوتے ہیں  
اس شخص پر جو مسلمان میں بھی اپنی مغفرت طلب نہ کرے۔

اس مہینے میں اہتمام کی وجہ سے حقیقتِ عبادت پیدا ہو جاتی  
ہے۔ حقیقت ترپنے لگتی ہے صورت کے اندر بڑی نعمت ہے اس سے  
فائدہ اٹھانا چاہئے۔ بیشک ہم عاجز اور ضعیف ہیں مگر کوئی عاجز  
نواز بھی تو ہے۔ اپنا عجز اور اپنی بیکسی پیش کر دیکھئے۔ بخیر

برمن منکر بر کرم خویش نگر

جتنا زیادہ اپنے عجز کا اظہار ہوتا ہے اتنی ہی زیادہ کسی کی قدرت سامنے  
آتی ہے۔ عاجز ہو کر طاقت اور نور طلب کیجئے: رَبَّنَا آتِنَا لَكَ نُورًا وَنُفُورًا  
اِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اے ہمارے پروردگار ہمارے لئے ہمارا نور  
مکمل فر دیکھئے اور ہماری بخشش کر دیکھئے بیشک آپ کو ہر چیز پر قدرت ہے)  
ورد کیا جس کی بات ہے اس ظلمت کردہ میں ہم کوئی نورانی کام کر سکیں۔ ان  
انوار و تجلیات کو جذب کر لیجئے اپنے اندر۔ اور سنبھالے رکھئے اس  
تاریک دور میں بڑی ضرورت ہے نور کی مے

تاریک رات اپنی۔ یا ہی میں جس طرح

ہے التجائے نور کو پنہاں کئے ہوئے

یوں ہی ترے خیال میں بیٹھا ہوا ہوں میں

آنکھوں کو بند دل کو فروزاں کئے ہوئے

تاریکی چاہتی ہے کہ اسے کوئی منور کرے، ہماری تاریک زندگی میں بھی ایک

تشنگی اور طلب ہے منور ہونے کی اور نور کا مصروف یہ ہے کہ ہر چیز اپنی جگہ پر منور اور مینر ہو جائے منفعت اور مغفرت نظر آنے لگے۔

اس ماہ مبارک میں بشریت کا ہر داعیہ استدال پر آجاتا ہے، احساس لطیف اور اداسکات صحیح ہو جاتے ہیں اور یہ سب اپنی ہی زندگی کا سرمایہ ہوں گے۔ تقاضائے بشری کے اعتدال کی کیا آپ کو ضرورت نہیں؟ کیا تارکیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے آپ کو نور کی حاجت نہیں؟

اس مہینے میں لغو تعلقات کو اور لغو مشاغل کو ترک کر دینا چاہئے۔ اور لغو دہے جس سے دین دنیا میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ ایسے ماحول اور ایسی صحبتوں سے گریز کیجئے۔ لیکن ایک شرط ہے کہ یہ کام اپنے کو متقی سمجھ کر نہ کرنا بلکہ اپنے کو کمزور اور مجروح سمجھ کر بچائے رکھنا۔ اگر تقویٰ کا زور ملے کر جافوئے تو ایسا نہ ہو کہ نفس کے کید میں گرفتار ہو کر فتنہ و فساد میں مبتلا ہو جاؤ اور فراغت قلبی ہی کو کھو بیٹھو۔

بس اس مہینے میں تو اپنے ہی اوپر نظر جم جائے کہ کہاں کہاں رحمت کی ضرورت ہے، کہاں مغفرت کی طلب ہے اور کہاں دوزخ سے پناہ درکار ہے ورنہ ہزاروں بے عنوانیاں ہیں کس کس کو دیکھو گئے۔ اس بے حیائی اور عریانی کو اپنے ہی جذبات کی عریانی سمجھو سوا انہی جذبات کی اصلاح کر لو۔ نفس کے کید بڑی مشکل سے معلوم ہوتے ہیں، اس کا پتہ اثر والوں کی صحبت میں بیٹھ کر چلتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کام تو ہو نہیں اور فتویٰ لگانا شروع کر دو۔ رمضان میں تو عبادت ہی کرنا چاہئے اپنے ہی



اوپر نظر رہے ورنہ دنیا تو بھری مونی ہے گندگیوں سے کہاں کہاں تنہا  
 ڈانوں کے ہزاروں گندگیوں میں سو جہاں تک ہو سکے اعتراض سے بچنے میں  
 سے بہتر تو یہ ہے کہ سوچے کہ یہ بھی عبادت ہے اور یہ ایسی تحویت اور  
 بے خودی کی عبادت ہے کہ اس میں اپنا ہوش رہے نہ غیر کا پس رمضان  
 شریف اس طرح بسر کیجئے۔ دراصل کام تو اسی وقت ہوتا ہے کہ اہتمام  
 سے پائے صحیح علم حاصل ہو جائے۔

ایک بات ذہن میں ہے اگرچہ توفیق کے طور پر مگر ہماری حضرت  
 فرماتے تھے کہ کلام اللہ اور کلام رسول اللہ سے لطیف کے طور پر حد و ثلثیت  
 میں اگر کوئی بات سمجھ میں آجائے اور اسے کام میں لے آئے تو اس میں کوئی  
 مضائقہ نہیں، حدیث شریف میں ہے کہ رمضان شریف کا پہلا عشرہ رحمت کا  
 دوسرا مغفرت کا اور تیسرا جہنم سے نجات کا ہے اور رینا آتنا فی الدنیا حسنة  
وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار (اے ہمارے پیارے رب ہم کو دنیا  
 میں بھی نیکی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور عذاب دوزخ سے ہم کو بچا) میں بھی  
 تینوں چیزوں کی طلب ہے۔

رحمت کی ضرورت ہمیں فی الحال ہے پہلے عشرہ میں یہ سوچ  
 کہ ہم کو کن کن چیزوں کی ضرورت ہے۔ کہاں کہاں سہارا چاہتا ہوں۔  
 ان امور میں سوچیں اور اللہ میاں سے۔ یہ مطلب کریں کہ اے اللہ دین  
 پر عمل کرنے کے لئے آپ کی رحمت کا محتاج ہوں، فراموشی و واجبات میں  
 آپ کی دستگیری کی ضرورت ہے۔ بس مختصر کر لیجئے اس مراقبہ کو کہ یا اللہ!

آپ کے اور آپ کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں آپ کی رحمت کا محتاج ہوں۔

مغفرت کی ضرورت آخرت کے لئے ہے کہ یا اللہ جتنی معصیتیں ہوئی ہیں اور ہو سکتی ہیں یا اللہ ان سب کو معاف کر دیجئے۔ دوسرے عشرہ میں بس دو چار منٹ کے لئے روزانہ یہ مراقبہ کر لیا۔

آخر کے عشرہ میں دوزخ سے پناہ مانگئے۔ نفس و شیطان ساتھ ہیں، جانے کہاں مبتلا ہوتاؤں۔ نفس خبر نہیں کس سرحدِ کفر پہنچا کر دھکیل دے۔ ہر لمحے تغیر کا خوف ہے۔ کبرت، خودی سے، غزت و غرور سے جو جہنم میں لے جانے والی چیزیں ہیں۔ ان سے پناہ مانگئے۔ اے اللہ کچھ عقائد و اعمال ایسے ہیں جو جہنم میں لے جانے والے ہیں ان سب سے ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔ بس رحمتیں طلب کر لیجئے۔ مغفرت طلب کر لیجئے اور ظلمتوں سے جو جہنم میں لے جانے والی ہیں پناہ مانگئے۔ پندار، عجب، اطمینان بال دنیا ان سب سے پناہ مانگئے۔

ایک بات اور سمجھ میں آئی کہ ہم نے صحیح علم حاصل کرنے کے بعد اہتمام کے ساتھ ارادہ کر لیا رمضان شریف بہترین طریقے سے گزار کر اللہ کی رضا حاصل کرنے کا لیکن خدا نخواستہ اگر ہم اپنی اس تجویز کے مطابق اس کی رضا حاصل نہ کر سکے تو شکایت نہ کی جائے۔ نیت اور ارادہ کا اجر تو بہر حال ملے گا۔ ہم نے تو چاہا تھا کہ اللہ میاں کو اس طرح راضی کر لیں، انھوں نے عنوان بدل دیا کہ ہم دوسری طرح راضی ہوں گے،



جب آپ نے دیکھا کہ خلافت ہو رہی ہے، بھیل گئے کہ اللہ میاں نے اپنی  
 رضا کا عنوان بدل دیا، شکایت کرنے لگے کہ ایک تراویح چھوٹ گئی،  
 بڑا بے نصیب بھول ایک روز سے محروم ہو گیا۔ جب دارالافتاء ہی بات نہ کہنا۔  
 اگر وہ اپنی رضا کا عنوان بدل دیتے تو پڑے روز بیماری میں اپنے گھر پر، اللہ  
 میاں یوں ہی راضی ہیں۔ اس میں بھی کوئی راز ہے اور راز جو ہے وہ  
 رحمت کہ ہے۔ کار خیر سے بظاہر اگر شر می ہو جسے تو شکایت نہ کرے۔  
 خوشی غم، صحت بیماری یہ تو زندگی کے مرکبات ہیں بس بُری چیز تو غفلت  
 ہے جو عسدا کی جائے۔

## عازمین حج کو ہدایات

یہ جمعرات ۱۹ اپریل ۱۴۳۲ھ کا ملفوظ ہے۔ اس سال خود ڈاکٹر  
 صاحب بھی حج کو تشریف لے جا رہے تھے اور محاس میں آنے والے  
 بہت سے حضرات عازمین حج جن میں بعض کا قرعہ میں نام آگیا تھا بعض  
 کا نہیں آیا تھا سب جمع تھے حج، اُس کی تمنا اور ارادے کے سلسلے میں آخری  
 ڈاکٹر صاحب نے یوں ارشاد فرمایا:-

نیک ارادہ کر کے کبھی اسے ملتوی نہ کرنا چاہئے خواہ آثار کیسے ہی مانع  
 اور دشوار تیر ہوں۔ حج میں لاکھ مبالغات بھی مگر جب ارادہ کر لیا تو جے  
 رہے کہ بھائی ہم تو جائیں گے۔ یہ کام اگرچہ ہمارے لئے وقت طلب ہے

مگر جس کے گھر جاتے ہیں وہ تو قیادور ہیں۔ ہم محالات کو دیکھ کر کیوں اپنا ارادہ ملتوی کریں۔ جہاں تک اپنے اختیار میں ہے وہ تو کئے جائیں، ارادہ اور نیت تو کئے رہیں پھر انشاء اللہ ایک ایک لمحہ ثواب میں گزرے گا۔ ناگوار اسے بند نہ آئیں مگر آپ اپنا کام کرتے رہئے۔ لگے رہئے دھن میں سے

ملنے یا نہ ملنے کا وہ مختار آپ ہے

نہی سن پائے کہ تگ و دو لگی رہے

بڑی دولت ہے یہ تگ و دو۔ دین کی خالص اتنی طلب سیکڑوں نعمتوں سے افضل ہے۔ ہماری حقیقت کچھ بھی نہیں مگر ہمارے پاس یہ تگ و دو ایک عظیم شے ہے۔ بس یہ سمجھئے کہ حاصل زندگی ہے یہ تگ و دو۔

ہمارے حضرت کامسک کچھ ایسا ہے کہ مسلمان کے لئے کوئی مقام مایوسی کا نہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ طلب مقصود ہے وصول مقصود نہیں جو جا رہے ہیں حج کو وہ بھی خوش نصیب، جو نہیں جاسکے وہ بھی خوش نصیب ارے کوئین لئے بیٹھا ہے مسلمان صبر اور شکر میں۔ کام ہوتا ہے۔ شکر نہیں ہوتا ہے تو صبر، مومن کی زندگی کے تانے بانے میں صبر اور شکر روح رواں کی طرح ہیں۔ ساری زندگی اسی میں ہے۔

مسلمان کبھی بے مراد نہیں، وہ ہر حال میں بامراد ہے۔ اور بیت اللہ جاکر بھی ارادہ کی مراد اور رضا اور ہی طلب کرنے کی چیز ہے۔ اور وہاں پر جو چیزنی جانے کی ہے وہ اخلاص و محبت ہے۔ وہاں جذبہ محبت ہی لے کر جائیے، یہی



مانگے اور یہی بے کرا آئے۔ طلب بے کرا جائے اور تشنگی نیکر آئے۔

آرزوئے دیدِ جانان بزم میں لائی مجھے

بزم سے ہیں آرزوئے دیدِ جانان بے حلا

حنور فرماتے ہیں کہ ہم سے محبت ہے تو ہماری چیزوں سے بھی

محبت کرو۔ بیت اللہ یا مدینہ طیبہ کا موسم اگر ناسازگار ہو تو تذکرہ نہ

کرے۔ گرمی اور مچھرو وغیرہ سے اگر تکلیف پہنچے تو شکایت نہ کرے۔

وہاں محبت اور عظمت کے سوا کوئی چیز بے جائے۔ دیارِ محبوب کی اوتیں

کس کی قیمت! محبت میں یہ شکایت کیسی! بس یہی تعلق محبت کا دل

بھر کے مانگے اور اسی تعلق کے بقا کی اور اس کو صحیح مصروف پر صرف

کرنے کی دعا کیجئے، عمر بھر کا سر مایہ ہے۔

ایسے بڑے دربار میں یہ بڑی شرافت ہے کہ اپنے دوست احباب،

عزیز واقارب کے لئے دعا کرے اور جن کے احسانات ہیں ان کو نہ بھولے

والدین جو محسن ہیں اپنے وجود کے ان کی طرف سے خیرات کرے اور

وفا مانگے۔ اور بھائی جیسا ذوق ہو، جیسا اتفاقاً ہو اس پر عمل کر وہی مانگو

ع نالہ پابند نے نہیں ہے

اللہ تعالیٰ بقدرِ ظرف اپنی نوازشوں سے سب کو مشرف فرماتے ہیں اور

پھر بے سوالی کی کیفیت طاری ہو جائے تو یہ بھی نعمت ہے۔

بے زبانی ترجمانِ شوق بے حد ہو تو ہو

ورنہ پیشِ یار کام آتی ہیں تقریریں کہیں!

# موجودہ ماحول اور ہمارے فرائض اور دستور العمل

(۱)

ارشاد فرمایا کہ آج کل یہ عنوان میرے ذہن پر چھایا ہوا ہے کہ  
 کیسی گندی فضاؤں میں ہم سانس لے رہے ہیں۔ بے حیائی بڑھتی چلی  
 جا رہی ہے۔ دیکھئے تو سوچنے کی بات ہے کہ ان تمام مکروہات کو دیکھ  
 کر ہماری غیرت اور حیثیت کو جو ش آتا ہے یا نہیں۔ اس کی طرف سے کسی  
 بیفکری ہے! نتیجہ کیا ہونے کو ہے، اس بالکل خیال نہیں۔ اگر آخرت  
 کا خیال مستحضر ہو جائے تو کیا کوئی اطمینان سے بیٹھ سکتا ہے؟ پہلی آواز  
 جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھائی وہ یہی ہے کہ بیفکر کو درکردہ، آخرت  
 کا معاملہ بڑا سنگین ہے اور یہ معاملہ یقیناً ہونے والا ہے۔ مگر ہمارا  
 تعلق دین سے ضعیف ہوتا چلا جا رہا ہے، دین کے چرچے نہیں، محبتیں نہیں  
 آخرت کے امور جو ہمارے سامنے پیش کئے گئے ہیں ان سے بالکل غفلت  
 ہے۔ آج جو مکروہات اس سر زمین میں ہو رہے ہیں ان سے ہماری بے حسی  
 کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہم پر عبوری کا اس قدر غلبہ ہو گیا ہے  
 جیسے ہم ایک زبردست بوجھ میں دبے ہوئے ہیں۔ بے حیائیوں کی طرف  
 صلائے عام ہے مگر ہم رسالت ہیں۔ تمام ماحول گمراہ ہے۔ عذاب سے  
 اور ہم بے حس و حرکت ہیں۔ یہ بے حسی ہماری اور آپ کی خدا نخواستہ  
 کہیں رنگ نہ لے آئے۔ میری کمزور استعداد کے مطابق مجھے یہی معلوم



ہوتا ہے کہ یہ تو سب لچھے رہیں گے ہم پر الزام آئے گا۔ اپنی زندگی سے چند لمحات فکر یہ نکال لو اور غور کرو کہ اب ہم کو کیا کرنا ہے۔۔۔

جسمِ آزادی میں پھونکی تو نے مجبوری کی روح

خیر جو چاہا کیا — اب یہ بتا ہم کیا کریں

ہمارا کیا اختیار ہے ہم کو کرنا کیا چاہئے۔ کم از کم اپنی کمزوری خدا کے سامنے پیش تو کر دیں کہ اے اللہ ہماری جمعیت نہیں، ہم کمزور ہیں، ہماری غیبت سے نصرت فرما۔ پناہ مانگنے کا وقت آگیا، خدا سے پناہ مانگو، پہلے کوئی ٹھکانہ تو مانگ لو، قبل اس کے کہ عذاب الہی ہم پر مسلط کر دیا جائے دعائیں تو مانگنا شروع کر دیں۔ اے اللہ ہمیں اس بغاوتوں کے ماحول سے اپنی پناہ عطا فرما۔ اے اللہ یہ ہماری بد اعمالیوں کا دباں ہے۔ اے اللہ ہمیں پناہ دے۔

کبھی کبھی ہماری تنگ نظری کی وجہ سے یہ خیال ہوتا ہے کہ عالم میں کیا ہلاکت کا سامان ہو رہا ہے اور میں کیا دعا مانگ رہا ہوں! لیکن بتانے والے نے بتایا ہے کہ خبردار کبھی مایوس نہ ہونا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کے اعلانات موجود ہیں، مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ کلام الہی بھرا ہوا ہے کہ ہم غفور الرحیم ہیں، آجاؤ تو بہ استغفار کرو۔ ہماری طرف رجوع ہو جاؤ۔ ہماری رحمت و قدرت متوجہ ہے بندوں کی طرف، پناہ مانگو پناہ ملے گی، حضرت دو چیزوں کے مل جانے سے چیزوں کی تاثیریں اور خاصیتیں بدل جاتی ہیں۔ رجوع الی اللہ سے توبہ استغفار سے اور پناہ مانگنے سے یہ گندہ ماحول پناہ مانگنے والوں کی ذات کے لئے نفع رساں ہو جائے گا۔ پھر انشاء اللہ

ہر رجوع ہونے والے شخص کو اس زمانے میں بھی حیات طیبہ نصیب ہوگی۔  
 امورِ آخرت کے مناظر بڑے کھٹن اور سنگین ہیں۔ آپ وہاں اتنے  
 مجبور ہوں گے کہ کوئی تغیر پیدا نہیں کیا جاسکتا۔ ہولناک مناظر جو قرآن و  
 حدیث میں آئے ہیں سب ہونے والے ہیں ان مناظر کو آج بدلنے کی قدرت  
 دی گئی ہے، آج موقع ہے وہاں موقع نہ ملے گا۔ اگر چاہتے ہو آخرت کے  
 امور سے پناہ حاصل ہو جائے تو آج مانگ لو۔ جب پناہ مانگنے سے آخرت کے  
 عذاب سے پناہ مل سکتی ہے تو یہاں دنیا میں پناہ کیوں نہیں ملے گی۔ سو توبہ  
 استغفار کو اللہ کی طرف رجوع ہونے کو، پناہ مانگنے کو اور دردِ شریف  
 کو اپنا مشغلہ بنا لو اور اس کے بعد حسب استطاعت صاحبِ قوت اپنی  
 قوت سے صاحبِ زبان اپنی تقریر سے اور صاحبِ قلم اپنی  
 تحریر سے اس بے حیا ماحول کے مقابلہ میں اپنے اپنے دائرے میں حدود  
 کے اندر رہ کر مسلمانوں کو غیرت اور حیمت دلائے۔ پھر انشاء اللہ اس  
 گندے ماحول میں بھی آپ کو حیاتِ طیبہ ملے گی۔

(۲)

بڑے گندے ماحول میں ہم پرورش پا رہے ہیں۔ تمام معاشرہ  
 بگڑا ہوا ہے۔ بے حیائی، بے شرمی، ناپاکی پھیلی ہوئی ہے۔ جا بجا فسق و  
 فجور، ٹھٹھری، گانے اور فواحشات سے واسطہ پڑتا ہے۔ پہلے جن چیزوں  
 کو معیوب سمجھتے تھے آج شیر و شکر کی طرح مستعمل ہیں۔ جو عورتیں گھر میں  
 بیٹھی بیٹھی شرماتی تھیں آج وہ بازاروں میں نیم برہنہ پھر رہی ہیں، غذا میں



ہوائیں، فضا میں سب بگڑی ہوئی ہیں۔ سب کے اندر عذابِ الہی موجود ہے۔ پہلے ہواؤں سے اور طوفانوں سے عذاب آتے تھے آج اس طرح بھی عذاب آرہے ہیں۔ یہ سب ہمارے ذنوب ہی تو ہیں جو چھائے ہوئے ہیں، یہ سب ہماری شامتِ اعمال ہے جو مختلف صورتوں میں عذاب بن کر سامنے آرہی ہے۔

ظ از ماست کہ بر ماست

سب آزاد ہیں جیسے چاہیں عمل کریں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ ہم ان بلاؤں سے کیسے بچیں، اس ہمہ گیر عذاب کا کیا علاج کریں، علاج تو ایک ہی ہے کہ ذاتِ باری کی طرف رجوع کریں، استغفار کریں، پناہ چاہیں اور مدد طلب کریں۔ خدا کی طرف رجوع ہونا اور ایاک نصب و ایاک نستعین کہنا تو بندہ کی فطرت ہے۔ مگر بندے کہاں سے کہاں پہنچ گئے جس طاقت سے مرعوب ہوئے یا جس چیز سے فائدہ حاصل کیا اسی کے سامنے ایاک نصب و ایاک نستعین کہہ دیا۔ آج کل کراچی میں چیچک پھیل رہی ہے اکثر محتاط لوگ انجکشن لگوا رہے ہیں اور مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہم نے چیچک کا ٹیکہ لگوا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے استغفار میں بھی ایسی ہی قدرت رکھی ہے کہ جب ہم ان کی طرف رجوع کریں گے اور استغفار کریں گے تو ہمارے لئے ان فضاؤں کی تاثیر بدل جائے گی۔ یہ غذا میں اور ہوائیں استغفار کی بدولت مصفا ہو کر اور آبِ حیات بن کر ہمارے جسم میں داخل ہوں گی۔ مگر ہم لوگوں

کو صرف ہی معلوم نہیں استغفار کا۔ جیسے انجکشن رکھا ہوا ہے،  
 و با پھیلی ہوئی ہے مگر اس کا استعمال معلوم نہیں۔ صحبتِ اہل اللہ میں  
 کوئی نئی بات نہیں ہوتی، سب اللہ اور رسول کی باتیں ہیں۔ ان کی  
 صحبت میں چیزوں کے استعمال معلوم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ  
 طریقِ استعمال جانتے ہیں۔ بس ایسی گندی فضا میں رجوع کرنا اللہ  
 کی طرف، پناہ چاہنا اور استغفار کرنا گویا انجکشن لے لینا ہے۔  
 غم، تکلیف اور ظلمت میں استغفار کی تاثیر عجیب ہے اور اعمالِ  
 صالحہ میں استغفار روح رواں ہے۔

( ۳ )

ارشاد فرمایا پہلے بھی بے غیرت اور بے حیا لوگ تھے مگر  
 محدود تعداد میں لیکن یہاں پر تو فضا کی فضا ہی گندی ہو گئی۔  
 زندگی کی حلاوتیں اور برکتیں ختم ہو گئیں، اعتمادِ باہمی نہیں، سکونِ  
 قلب نہیں۔ ہسپتالوں میں، عدالتوں میں، اسکول اور کالجوں میں زندگی  
 کے ہر شعبہ میں ابتری ہی ابتری ہے۔ سب کے سب بدترین اخلاق  
 لئے ہوئے ہیں الا ماشاء اللہ۔ نہ کسی کا بڑا پن ہے نہ کسی کا چھوٹا پن،  
 دوست احباب کا معاملہ دیکھ لیجئے، عزیز واقارب کو دیکھ لیجئے۔  
 بے اعتمادی اور بے اعتباری ہر طرف چھائی ہوئی ہے۔ کیسے فدا سی  
 درمیں بدل گئے۔ زندگی کہاں جا رہی ہے، کیسے ختم ہو رہی ہے !  
 دیکھتی ہے آنکھ جو لب پہ آسکتا نہیں



ہمارا کوئی سہارا معلوم نہیں ہوتا۔ ایک ذریعہ معاش ذرا علیحدہ ہو جائے تو جان پر بن آتی ہے۔ کیسی بے سرد سامانی کی زندگی ہے! آپ کیا مجبور ہیں واقعات خود آپ کو مجبور کر رہے ہیں، عجب پریشانی اور بدحواسی کا عالم ہے۔ ان گھبرائے ہوئے دلوں سے دعا بھی تو نہیں نکلتی۔۔۔

آشفۃ خاطری وہ بلاست کہ شیفۃ  
طاعت میں کچھ مزاسہ نہ لذت گناہ میں

طاعت کا شکوہ کرنے لگتے ہیں کہ لذت نہیں مگر مسلمان کے لئے تو گناہ میں بھی لذت نہیں۔ میٹر و پول میں ننگے نالچ کرنے والوں کو تو چھوڑیے، ان کے تو ہوش و حواس ہی درست نہیں۔ مگر بتلائیے تو ہی آپ کو نسا کام لذت سے کر رہے ہیں! اور خیر آپ کی تو گزری ہی ہے جس طرح گزری ہے۔ مگر آپ کی یہ فوخیز اور نو عمر نسلیں جو اسکول اور کالجوں میں کنڈرگارٹن میں تعلیم و تربیت حاصل کر رہی ہیں۔ اس کا کیا ہونے والا ہے۔ روز بروز انحطاط ہوتا چلا جا رہا ہے۔ لا الہ الا اللہ۔۔۔ جو لمحہ گزر گیا وہ تو پھر آنے والا نہیں، تو کیا یہ گراف قدر اور عیش بہا زندگی اسی طرح گزرنے دی جائے گی؟ بہت سی باتیں بغیر سوچے سمجھے میں نہیں آتیں۔ اپنے لمحات زندگی کو مائٹگاں کیوں کھو رہے ہو؟ کبھی تو جائزہ لیجئے زندگی کا۔ اسے سات دن میں ایک دن تو نکال لیجئے، سوچ تو

لیجئے کچھ تو احساس پیدا ہو جائے۔

احساس زندگی ہے نہ کچھ لطیف زندگی

ہم کیا جئے کہ مائل خواب گراں رہے

آپ تو زندگی ایسے گزار رہے ہیں جیسے خواب میں ہوں کبھی اچھے خواب

دیکھ لئے کبھی ڈراؤ نے دیکھ لئے۔ اس تار یک اور مکر فضا کا کچھ

تو تار ک کیجئے۔ ہلاک ہونے سے پہلے کچھ تو ہوش میں آجائیے۔

لا الہ الا اللہ کے اثرات ختم نہیں ہو گئے۔ یہ کلمہ تو قیامت تک کے

لئے ہے۔ اللہ نے یہ دولت ہمیں دی ہے معلوم تو کر لیں کہ آخر یہ

ہے کیا چیز؟ اس کلمہ نے کیسے کیسے مردہ دلوں میں جان ڈال دی۔

کیسے کیسے درندوں کو معیاری اور مثالی انسان بنا دیا۔ ہم کیسے لوہا

ناشناس ہیں، ہمیں تمنہ ملا ہوا ہے لا الہ الا اللہ کا ہکتے افسوس کی

بات ہے اس سے بے خبری۔ یہ طرہ امتیاز ہے ہمارے لئے ہاسکی

حقیقت کچھ تو معلوم کر لو۔ وہ کونسی چیز تھی جو آپ کے اسلاف کے

پاس نہ اند تھی اور آپ کے پاس نہیں۔ اس کلمہ میں ساری کائنات

ہے اور کائنات آپ کی، آپ نہ استعمال کریں یہ بات دوسری ہے۔

اسلاف کے پاس یہی چیز تھی، انھوں نے اس کے اثرات کو سمجھا ہاسکے

مصرف کو جانا جس کی بدولت کسی زمانہ میں ہر مسلمان مافوق الانسانی

نظر آتا تھا۔ دبدبہ، رعب، غلبہ، سلطنت، حکومت، سیاست،

محبت، صداقت، حیا، شہم سب چیزیں اس میں موجود ہیں مگر ایمان کے



اجزا ہی کو ہم نے منتشر کر دیا۔ ہم صورتاً مسلمان رہ گئے۔ وہ روح وہ طاقت وہ ENERGY (انرجی) نہیں رہی، اسی لئے دنیا قہر آلود نگاہوں سے دیکھتی ہے۔ مطلوب ہیں، ذلیل ہیں وہ قوم جنہوں نے صدیاں گزاریں ہماری غلامی میں آج ہم پر غرّا رہی ہیں اور ظلم و ستم کر رہی ہیں۔

مگر یاد رکھنے کی بات ہے کہ مسلمان انحطاط کی کسی منزل میں پہنچا گیا ہو، کیسی ہی تاریکیوں میں اور گندگیوں میں سانس لے رہا ہو۔ کیسے ہی حادثات کا شکار ہو۔ کیسا ہی حقیر ذلیل بے مراد اور بے سود سامان ہو مگر جب پلٹے گا پھر بامراد ہو جائے گا۔ جب اللہ کی طرف رجوع کرے گا پھر نکھر آئے گا۔ جب اپنے مالک کے دروازہ پر کھڑا ہو جائے گا پھر شیر ہو جائے گا۔ جب کبھی کھڑے ہو گئے تھے مالک کے دروازے پر کسی کی مجال نہیں تھی ہم سے آنکھ ملانے کی۔ اس پر اگندہ اور بدحواس دنیا سے کٹ کر مالک کے دروازے پر آ جانا چاہئے۔ انشا اللہ آج بھی قوت و طمانیت ملے گی۔ ان آصفیۃ مزاجوں کے ماحول کے گندے اثرات سے نچک جانا چاہئے، آج بھی سکون قلب حاصل ہو گا۔

ردشنی کے پاس تاریکی کی مجال نہیں کہ آسکے، قانونِ فطرت ہے اور ہر چیز کو نتھار نے کے لئے چند چیزیں موجود ہیں۔ کلام اللہ اور ذکر اللہ جس کے پاس موجود ہے نور ہی نور ہے۔ اس میں

پاک اور منور کرنے کی تاثیر موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا۔  
 (اے اللہ ہمارے لئے ہمارے فو کو کامل فرما) جب خود ہی تعلیم فرما رہے  
 ہیں تو کیا عطا نہیں کریں گے؟ سب چیزیں موجود ہیں پاک ہونے  
 کے لئے اگر کوئی نہیں چاہتا تو رہے برباد۔ جب اپنی خطا کا رویہ پر  
 انفعال کی بھی توفیق نہیں تو رہے برباد، مغلوب، ناپاک۔ ارے  
 دومنٹ کے لئے ندامت کے ساتھ اللہ کے سامنے کچھ کہہ تولو۔ کیا  
 مجال کہ تغیر نہ ہو۔ اسلام کوئی فلسفہ نہیں، آپ عمل کر کے تو دیکھیں  
 انشا اللہ کامیا بیاں ہیں شاید ہوں گی۔ ہر وقت (ایکشن)  
 ACTION اور (ری ایکشن) REACTION کی (تھیوری)  
 THEORY اس کے ساتھ ہے۔ بس ندامت کے ساتھ اس  
 دربار میں تمہارے آنے کی دیر ہے۔

(۴)

آج اس عالم میں تاریکیاں اس قدر ہیں کہ الاماں الحفیظ۔  
 احساسِ ممتا چلا جا رہا ہے۔ نیکی کی توفیق روز بروز سلب ہوتی چل  
 جا رہی ہے۔ تمام ماحول ناری، فضا میں ناری، غذا میں ناری، حسات  
 کے جوتے ہوئے بھی ایک جھونکا آگ کا آسکتا ہے۔ سوال یہ ہوتا  
 ہے کہ اس مسموم فضا سے کیسے مفر ہے یا نہیں؟ آج اس دور میں  
 حیاتِ طیبہ نصیب ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اکلِ حلال اور صدقِ مقال کیا  
 خواب کی باتیں ہیں؟ کیا اس دور میں بحیثیت مسلمان کے ہم زندہ رہ سکتے



ہیں؛ یعنی تارہ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تو قیامت تک کی تمام آنے والی نسلوں کو مخاطب کیا ہے کہ طیب رہو، پاکیزہ غذائیں کھاؤ۔ صرف غفور رحیم کہہ دینے سے تو کام نہ چلے گا۔ بتنے کے مکلف ہیں اس سے تو ضرور باز پرس ہوگی۔

ان تاریکیوں میں ہمارے ذمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نورِ کامل طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ خود نور کی طرف ہم کو بلارہے ہیں تو کیا مانگنے پر عطا نہ کریں گے۔ اور جس کے پاس کلمہ توحید ہے، کلام اللہ ہے، شریعت کا اتباع اور استغفار ہے اس کے پاس نور ہی نور ہے۔ جہاں نور ہو گا وہاں ظلمتیں داخل نہیں ہو سکتیں۔ تاریک کمرہ کی فضا ایک دیاسلمائی سے روشن ہو جاتی ہے۔ حسنت کے ساتھ نور بھی طلب کرو ورنہ ان ظلمتوں کا مقابلہ کس طرح کر دے پھر یہ تمام تدبیریں تم تک آتے آتے روشن ہو جائیں گے۔

صبا آتی ہے کس کے کوچہ کیسے تو ہو کر

پریشاں، بدحواس، آشفتہ لیکن مشکبو ہو کر

تمیز پیدا ہوگی، عرفان حاصل ہو گا اور جب تک یہ مددنی موجود ہے قیامت کی تاریکی نہیں آسکتی۔

ظاہر میں غیر قوموں کی ترقیوں کی طرف دیکھتا ہے کہ تمام عیش و عشرت، راحت و فراغت کفار کے لئے ہے۔ مسلمان جہاں دیکھو پریشان، مصائب و آلام میں گرفتار۔ مگر درحقیقت یہ کفار تو انسان ہی

نہیں، ان گندے لوگوں کی طرٹ دیکھو کیوں ہو۔ دیکھنا یہ ہے کہ اصل مقصود کیا ہے؟ زندگی کیوں عطا کی گئی؟ زندگی عطا کی گئی ہے بندگی کے لئے۔ مقصد زندگی بندگی ہے اللہ رب العزت کی۔ بس جو اس بندگی میں مصروف ہیں وہی انسان ہیں۔ باقی جانور ہیں بلکہ اس سے بھی بدتر۔ یہ قرآن فیصلہ ہے اس عالم کائنات میں ہم ہی ہیں جو کچھ ہیں ایک جگہ صبر کر رہے ہیں ایک جگہ شکر اور جس روز ہم نہ ہوں گے قیامت گزر جائے گی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تک کوئی اللہ اللہ کہنے والا اس دنیا میں موجود ہوگا قیامت نہ آئے گی۔ اللہ اللہ! کیا کچھ طاقت موجود ہے اس کلمہ میں!! یہ عالم کائنات کھٹا ہوا ہے ذکر اللہ کی بدولت اور اس فضا میں اللہ اللہ کہنے والے ہم ہی تو ہیں۔ تو کفار تو معرض گفتگو ہی میں نہیں آتے۔ یہ صورت انسان ہیں، ان کے خصائل جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔

ایک مرتبہ ہمارے حضرت سے کسی نے (گلیڈسٹون) GLASTONE کا تذکرہ کیا کہ حضرت بڑا عقلمند ہے سات دفعہ وزیر ہوا۔ حضرت نے فرمایا بالکل جاہل ہے، اتنی بھی عقل نہیں رکھتا کہ انجام کیا ہونے والا ہے۔ جس نے اپنے مالک کو نہ پہچانا، زندگی کے مقصد کو نہ سمجھا، نیک و بد میں تمیز نہ کی، آنے والے عظیم مستقبل کا احساس نہ پیدا کیا وہ کوئی عقل ہے! ہر جانور کو اللہ تعالیٰ ایک فہم عطا کیا کہ اس طرح زندگی بسر کرو، اس طرح رہو، اس طرح اپنا



بچاؤ کرو۔ چالاکی کو یا ایجادات کو عقل سے کیا تعلق۔

کفار تو پیدا ہی کئے گئے ہیں جہنم کے لئے۔ مثالیں دنیا میں موجود ہیں، بہت سے درخت روکے جاتے ہیں بلکہ لگائے جاتے ہیں۔ کوئلہ بنانے کے لئے۔ کفار کو بھی اسی طرح سمجھ لو کہ مصلحت کو پیدا کئے گئے ہیں اور دوزخ کو بھی اسی طرح سمجھ لو کہ حکمت کو بنایا گیا ہے۔ اس میں وہی لوگ جائیں گے جو اس کے لئے بنائے گئے ہیں یعنی کفار اور یہ تگوبنی امور ہیں اور اللہ حکیم ہیں اور ہر چیز پر قادر ہیں۔ گفتگو تو اپنے لئے کرنی ہے کہ ہم ظلمتوں سے کیسے نکلیں۔ یہ دنیا تمام تر ظلمت کردہ ہے، مگر آپ نور طلب کریں۔ توحید کا نور آپ کے ساتھ ہو اور تکرار ذکر سے توبہ استغفار سے تجدید کرتے رہیں۔ اے اللہ! یہ آپ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگی ہوئی دعائیں ہیں، تاریکیوں کا وقت ہے ہم کو نور کامل عطا فرما۔ نور کے ہوتے ہوئے تاریکیاں آپ کے پاس نہ آئیں گی۔

آج ایمان کی حفاظت بغیر پناہ میں آئے ممکن نہیں جتنے فتنے ہیں سب سے اللہ کی پناہ چاہیے۔ تمام گناہوں سے، ان کے اثرات سے پناہ طلب کرے۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ اس میں نہ صرف یہ کہ اپنے گناہوں سے بلکہ جتنے بھی گناہ فضا میں چھائے ہوئے ہیں سب سے استغفار کرے، پناہ چاہے اور اللہ کی طرف رجوع ہو۔

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکیزہ اور طیب غذائیں کہاں سے  
 کھائیں۔ ہم کو حکم دیا گیا ہے پاکی کا کہ پاک رہو اور طیب غذائیں  
 کھاؤ۔ سو یہ چیز بھی اللہ ہی سے طلب کرو انشا اللہ طلب کرنے پر  
 جتنی پاک چیزیں ہیں غذاؤں میں وہی ہمارے پاس آئیں گی۔  
 ظاہر میں کہتا ہے کہ یہ گندی غذائیں پاک اور منور کیسے ہو جائیں  
 گی؟ قلب مابیت کیسے ہو سکتا ہے؟ مگر پاک کرنے والی چیز  
 تو اللہ کا حکم اور اس کی قدرت ہے۔ اللہ تعالیٰ کلام پاک میں  
 اپنی قدرت کی طرف متوجہ فرماتے ہیں کہ دیکھو گوہر اور خون کے  
 درمیان میں سے ہم تمہارے لئے پاکیزہ اور لطیف دودھ پیدا  
 کرتے ہیں۔ جو شخص پاکی کا طلب گار ہے اس کو ضرور پاکی ملے گی۔ تم  
 حکم کا اتباع کرو اور اس تا پاک ماحول میں توبہ استغفار کرو۔ خود ہمارا  
 وجود کس چیز سے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمادیا؟ اللہ کی قدرت سے  
 کچھ بعید ہے؟ پھر ذنوب تمام تر ناپاکیاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کا  
 اعلان موجود ہے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے بے عنوانیوں سے  
 اور ذنوب سے حتیٰ کہ کفر و شرک سے اپنے اوپر ظلم کر لیا ہے نا امید  
 مت ہونا، پاک کرنے والے ہم ہیں۔ تم پچتاؤ اور آجاؤ ہم سب پاک  
 کر دیں گے۔ مخاطب وہ ہیں جنہوں نے بندگی کی طرف رخ کر لیا ہے  
 بندے کیسے بھی ہو جائیں جب اللہ کی طرف رجوع کر لیں گے پاک  
 ہو جائیں گے۔ تو پاک غذائیں بھی اسی سے مانگئے، اے اللہ! ہم



عاجز ہیں، ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں ہمیں پاک غذائیں عطا فرما۔ حضورؐ دعا فرماتے ہیں۔ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَادَرِزَتِنَا وَقَنَا عَذَابَ النَّارِ (اے اللہ جو کچھ آپ نے ہم کو عطا کیا ہے۔ اس میں ہمارے لئے برکت فرما اور ہم کو عذابِ نار سے بچا دے) ترخوان پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہاں دقتاً عذابِ النار سے کیا مطلب ہے؟ مطلب یہی ہے کہ جس غذا کو ہم کھا رہے ہیں اس سے حاصل شدہ طاقت لے سکے حکم کے خلاف صرف نہ کریں اور یہ بھی مطلب ہے کہ یا اللہ غذا میں جو گندگیاں، آمیزشیں اور ملاوٹیں ہیں ان سے ہم کو بچا لیجئے۔ جو گناہ اور عذاب اس میں شامل ہے اس سے ہم کو محفوظ کر لیجئے۔ اللہ کے نام کے ساتھ کوئی چیز مضرت نہیں پہنچا سکتی۔

( ۵ )

سارے مطالبہ پاکیزگی کا اور حساب و کتاب کا لا الہ الا اللہ کے بارہ اٹھلنے والے سے ہے اور جب کلمہ پڑھ لیا تو احکامِ الہی کے ہم مکلف ہو گئے اس طرح عالمِ امکان میں ہم فرد ہیں۔ اللہ اللہ! مسلمان کو چاہئے کہ اپنا مرتبہ پہچانے، اس کا کوئی فعل رائیگاں نہ ہونا چاہئے، اس کو ایک بہت بڑی ابد الابد سرحد میں داخل ہونا ہے۔ غیر مسلم اگر ہمیشہ کر رہے ہیں تو اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے سو گندگ کھاتا ہے اور خوب موٹا ہوتا ہے اور جانور تو اس سے فریب نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح کافر کو یہ غفلت کی زندگی اس آگئی ہے آپ کو تو یہ موافق نہ آئے

گی۔ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون اور جن و انس کو میں  
 نے صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے) جو اس فریضہ کو ادا کر رہے  
 ہیں وہی انسان ہیں باقی تو قابل التفات ہی نہیں۔ یہ  
 بیکار ہیں سب قہقہے کیوں انکی طرف دیکھو  
 ان سب کی حقیقت کیا تم اپنی طرف دیکھو

زندگی ان کی رضا میں گزر رہی ہے یا نہیں؟ اس کا جائزہ لو۔ مقصود کائنات  
 صرف کلمہ گو ہے۔ کفار تو بتائے ہی گئے ہیں جہنم کے لئے اور تقدیر کے  
 معاملات میں ہم کو حکم ہے کہ گفتگو مت کرو اور مت سوچو۔ لہذا اس  
 حکم کی تعمیل سے یعنی نہ سوچنے ہی سے قرب حاصل ہو گا۔

ع جیتے بازی کو ہمت بار کے

عقل بھی مخلوق ہے فانی کی تدبیروں کو کیا جانے اور کیا سمجھے۔ تم کہاں جانے  
 کا انتظام کر رہے ہو؟ وہاں پہنچ جاؤ سب معلوم ہو جائے گا۔ مخقر  
 اتنی بات سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی ایک شانِ جمالی ہے جوازی اور ابدی ہے  
 اور ایک شانِ جلالی ہے جوازی اور ابدی ہے۔ جنت منظرِ شانِ جمالی  
 ہے اور جہنم منظرِ شانِ جلالی ہے بس مخقر سی بات ہے۔ یہ

حدیثِ مطرب دے گو دراز دہر کمتر جو

کہ کس نکشود و نکشاید بکبت این مہمرا

اور آرائشیں یہاں مسلمان کی اس وجہ سے اللہ میاں کر رہے ہیں تاکہ ٹوٹ کر  
 ہماری طرف آئیں۔ ارے اقبال بڑی نادانی کی بات کہہ گیا کہ۔ ع



برق گر قتی ہے تو بیکارے مسلمانوں پر

امتحان، آزمائشیں اور محنتیں تو اسی کے لئے ہیں جس کو ترقی دینا ہوتا ہے۔ مسلمان کو لا الہ الا اللہ کا حق ادا کرنا ہے۔ مجبور اور شکر کے مقامات سے گذرنا ہے بقول خواجہ صاحب کے۔

ورد یہ اور کو ملتا تو وہ مر ہی جاتا

نالہ کر کے بھی مجھے ناز شکیبائی ہے

اور مسلمان پر جو کچھ مصائب ہیں وہ صورتاً مصائب ہیں حقیقت میں رحمت ہیں۔ تم تو بہ استغفار کرتے رہو، ناوم ہو جاؤ۔ فرمانبرداری کا طریق اختیار کر لو سب معاملے دنیا و آخرت کے درمست ہو جائیں گے۔

## بلفظ اندک ومعنی بسیار

جلال و جمال :-

دوزخ جلوہ گاہِ جلال ہے، ہر شخص دیکھے گا، کافر ہو یا مومن اور جنت جلوہ گاہِ جمال ہے اس کو بھی ہر شخص دیکھے گا۔ مومن ہو یا کافر اپنے ٹھکانوں پر پہنچا کر مومن شکر ادا کرے گا اور الحمد للہ رب العالمین کہے گا اور کافر کی حسرت بڑھے گی اور مایوس ہو جائے گا۔

نفسہ کی کیا۔

فرمایا کہ میں نے ایک صاحب سے کہا تھا کہ میں تم کو ساری  
زندگی کا پھوڑا اور کیا کا نفسہ بتاتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے  
بزرگوں کی دعائیں لو، عمر کا لوب کرو اور ہر نعمت موجودہ پر  
شکر ادا کرو۔

قبولیتِ دعا کی حقیقت۔

قبول دعا کے سلسلے میں فرمایا کہ اللہ میاں سے مانگنے والا بھی  
نامراد نہیں ہوتا (لہذا) دعا ضرور مانگنی چاہئے۔ پھر یا تو  
مقامِ شکر ہے یا مقامِ صبر۔ ایک میں ترقی کا وعدہ، لا زیدناکم  
(ہم ضرور تمہارے لئے نعمتوں کا اضافہ کریں گے) دوسرے میں  
صبر کا اعلان، اِنَّ اللہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ  
صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں) یہ بھی ان کی رضائے کاملہ وہ بھی  
رضائے کاملہ۔ مقصود بہر حال حاصل ہے اور ایسے موقعوں  
پر ہمارے حضرتؑ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:۔  
بخت اگر مدد کند دامنش آدرم بخت  
گر بکشد زہے نصیب در بکشم زہے طرب  
طاعت اور عدم طاعت کے نتائج۔

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اسلاف نے قانونِ اسلام کو  
تسلیم کر کے اور اس پر عمل پیرا ہو کر سارے عالم کو سزنگوں کیا



نور بادشاہت کی۔ تم اس کو چھوڑ کر اور ناقابلِ عمل کہہ کر غلام  
در غلام ہو گئے۔

تاثیر صحبت :-

اہل اللہ کی صحبت میں زاویہ نگاہ درست ہوتا ہے۔ معرفت  
زندگی معلوم ہو جاتا ہے اور مقصود پر نظر پڑنے لگتی ہے۔  
شرط وصول :-

ذوقِ نگاہِ یار جب تک بیدار نہ کیا جائے گا صرف نگاہِ یار سے  
کام نہ چلے گا۔

حیاتِ جاوداں اس کی نشاۃ بکراں اس کا

جودِ لذت کشِ ذوقِ نگاہِ یار ہو جائے

ندامت کی خالصیت :-

ندامتِ قلبی عجیب چیز ہے۔ یہ مسلمان کو جہنم کے قابل نہیں چھوڑتی۔

جنت کا اہل اور دوزخ کا نا اہل بنا دیتی ہے۔ حسات کی تکمیل

اس سے ہوتی ہے، گناہوں کو یہ نہیں چھوڑتی۔ اور یہ اختیاری

چیز ہے جب چاہے بندہ نادام ہو جائے اور اہلِ ندامت

ندامتِ عقلی ہے اور اگر طبعی بھی ہو تو نور علی نور۔

شکر کے آثار :-

شکر کرنے والا آدمی کبھی اترانا نہیں۔ شکر کے اندر اخلاص

اور صدق بکھرا ہوا ہوتا ہے۔ جس چیز سے جس لمحہ راحت پہنچ جائے

شکر ادا کرے، اس سے عبادتوں میں حسن پیدا ہوگا اور زندگی حسین بن جائے گی۔

حقیقتِ علم :-

علم تو اصل میں وہی ہے جو عمل میں آکر زندگی میں "بہتر تغیر" پیدا کر دے درنہ اور بہت سی لذتیں ہیں۔

تہذیب کا بحث :-

آج ایجادات میں تو ضرور ترقی ہوئی۔ لیکن ایجادات کا اطلاق تہذیب پر نہیں ہو سکتا۔ اگر موجودہ تہذیب کا تعلق انسان سے ہے تو یقیناً یہ تہذیب انسان کے لئے قابلِ ملامت اور لائقِ ماتم ہے۔

فراغتیں اور مصروفیتیں :-

دفتری اور کاروباری مشاغل پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اکثر لوگ شکایت کرتے ہیں کہ فراغت نہیں، سکون نہیں، مصروفیتیں زیادہ ہو گئیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر فرصت و فراغت مل گئی تو کیا کرو گے ؟ کبھی سوچا ہے ؟ اگر فراغت کے لمحات کو بیجا صرف کر کے ضائع کر دیا اور مزید گندگی میں جا گھسے تو اس سے بہتر تو یہی مصروفیتیں ہیں۔ جب یہ ہے تو لگے رہئے کام میں۔

دل کی موت :-

فرمایا کہ اہتمام نہ بن پڑے حسنات کا یہ اتنا مضر نہیں جتنا معصیت



کا احساس مٹ جانا۔ یہ تو قیامت ہے۔ اس سے زیادہ ملک  
اور خطرناک کوئی چیز نہیں۔ آئیں یہاں تک ہو سکتا ہے کہ کھڑو جائے  
اور پتہ بھی نہ چلے۔ اللہ بچائے بڑا سنگین معاملہ ہے۔ بس لڑاں  
ترساں ہی رہے۔ خطا کار شرمسار، سلمان کے لئے کچھ ڈر نہیں۔  
ڈر تو عاصی طاغی اور باغی کے لئے ہے۔

حقیقت بندگی :-

ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ دوسرے کی چیز کو اپنی سمجھنا  
انتہائی حماقت ہے۔ ہمارا کیا کمال ہے جو ہم دیکھ رہے ہیں یا پرہ  
رہے ہیں۔ روشنی ان کی، بنائی ان کی، عقل ان کی، ہر چیز  
انہیں کی عطا ہے۔ بس ان چیزوں کا صحیح استعمال ہی بندگی ہے۔  
سہر شیمہ محبت :-

محبت الہی تو اہل اللہ کی صحبتوں میں سینوں کے اندر منتقل  
ہونے والی چیز ہے۔ اگر تنہائی میں حاسن کی جائے گی تو جنون  
ہو جائے گا محبت نہ ہوگی۔

صرفِ نادر :-

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لکھنے بھی آئے ہو اور دل دینے  
بھی آئے ہو اور پھر اس کو اپنا بنانا چاہتے ہو! دل کو تو ان کی  
نظر کے قابو بنانا ہے اور انہوں نے اپنی نظر کا اعلان فرما دیا کہ  
ہم ایسا دیکھنا چاہتے ہیں سہ

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں  
اب تو اس دل کو بناتے تھے ترے قابل تھے

مقصود سا لک :-

فرمایا کہ مقصود کی دھن میں گئے رہنا چاہئے دھن بڑی چیز ہے۔  
مگر انسان اپنی بے بصیرتی کی وجہ سے جلد مایوس ہو جاتا ہے۔  
اور بے کامیابی اور ناکامی تو ہماری نسبت سے ہے۔ من اللہ تو جو  
کچھ ہے عطا ئے کامل ہے۔ وہ اتمام نعمت کرتے ہیں کبھی کامیاب  
کر کے۔ کبھی ناکام کر کے۔ خوب کہا ہے :-

گر مراد را مذاقِ مکر است      بے مرادی نے مرادِ لبر است

”دل برہ“ کی مراد کے ہم موردِ دین گئے اور کیا چاہتے ہو! مقامِ شکر  
ہے مگر تم صبر کر جاؤ یہ بھی کچھ کم دولت نہیں۔ بس بڑی شرط لگے رہنا  
ہے :-

اندریں رہ می تراش و می خراش

تا دمِ آخر دے فارغِ مباحش

کسی کے لئے ہمیشہ دعا کرنے کی ترکیب :-

دوست اور اعدا کے لئے ہمیشہ دعا کرتے رہنے کے سلسلہ میں

فرمایا کہ جو چیز تمہیں اہم نظر آئے اسے اپنے پروگرام میں داخل کر لو

اس سے تقاضا پیدا ہونے لگتا ہے اللہ وقت پر وہ چیز پیدا جاتی

ہے۔ پھر انشاء اللہ بہولت کے ساتھ دعا مآثر فریق بھی ہوتی رہے گی۔



جاہ پسندی کی فرست :-

ایک خاص سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جاہ پسندی کچھ اچھی چیز نہیں، نکال ہی دیجئے اس خلش کو مابل ضرورت اور اہل دولت کے پاس بلا ضرورت جا کر خود کو کیوں ذلیل کرتے ہو سکی ہوگی اور دیکھا رہا اثر بھی قبول نہ کریں گے۔ شیطان پاگل بنا دے گا اور مجرم بھی ہو جاؤ گے۔ دینی وقار قائم رکھنا چاہئے۔ یہ وقار کھویا جاتا ہے۔ ان کے پاس جانے سے۔

طریق تحصیل محبت :-

محبت الہی دل میں کیسے پیدا ہو، کسی صاحب کے اس سوال پر جواب ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام جذبات و ولایت فرما کر انسان کو اس دنیا میں بھیجا ہے جو اپنے اپنے موقعوں پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ محبت الہی بھی ایک جذبہ ہے مگر خوابیدہ یا بھٹکا ہوا۔ جب انگیز کرنے والی چیز سامنے آئے گی اُبھر آئے گا۔ اور اس کو انگیز کرنے والی اور صحیح رخ پر ڈالنے والی چیزیں صحبت اہل محبت، ان کے ملفوظات، ان کی زندگی کے حالات اور صحیح تعلیمات ہیں۔ پھر احسانات اور انعامات الہیہ جب سامنے ہوں گے تو عشق الہی کیوں بیدار نہ ہوگا۔ صحبت اہل اللہ کی قدر دانی :-

اہل اللہ کی صحبتوں میں یہ لمحات جو اللہ کی یاد میں گزرتے

ہاں، ہماری دوست کی مسکراہٹیں ہیں۔ اس وقت کسی کی کوئی یاد نہیں آتی۔ تمام عالم تعنعات سے کٹ کر غام امکان سے فارغ و سنجیدہ ہو کر ان کی یاد میں محو بیٹھے ہیں۔ یہ اللہ کی دین اور ان کی عطا ہے لاکھوں اور اربوں انسانوں میں چند لوگوں کو توفیق دیدی اپنی یاد کی کوئی معمولی بات نہیں اس کی قدر کرنی چاہئے۔

غفلت کی حقیقت :-

لحاحات زندگی کو غیر ضروری اور فلو کام میں صرف کر دینا جو دین سکھ لئے ضروری ہوں نہ دنیا کے لئے یہ غفلت ہے۔ سوچئے کہ یہ کام جو آپ کر رہے ہیں یہ ضروری ہے یا اس سے بھی زیادہ کوئی ضروری کام ہے ؟ کس کو مقدم کر رہے ہو اور کس کو موخر ؟ دس منٹ جو آپ نے کھودئے یہ کہاں منیں گے ؟ کیوں کھو دیے دس منٹ ؟ آؤ ہمیشہ اللہ والوں کی صحبت میں قرب پتہ چلے گا کون سے کام ضروری ہیں اور کون غیر ضروری۔

بندہ کا دستور العمل :-

فرمایا کہ صورت عبادت بن پڑ سکی اس پر شکر ادا کرے اور حقیقت عبادت حاصل نہیں ہوئی اس پر ندامت کے ساتھ استغفار کرے۔ بندہ کے لئے عمر بھر کا دستور العمل ہے ہماری عمر اس سے چھٹکارا نہیں۔ ارشاد ہے واعبد ربك حتى ياتيك اليقين ترجمہ مبادی اپنے پروردگار کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے موت آجائے۔



## قلبِ سالک :-

فرمایا کہ سالک کے قلب کی مثال ایک مضبوط اور محفوظ جہاز ہے  
مانند ہے۔ ہزاروں طوفان اٹھیں، بلایں آئیں جہاز اپنی اسی  
اسٹیم کے ساتھ کپتان کی ہدایت پر قطب نما کی رہنمائی میں بلا خوف  
خطر چلتا رہتا ہے۔ کیا جہاز کے اندر ظالم کا ایک قطرہ بھی آتا ہے؟  
ہمارے قبیلہ نما حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ کا دامن اور آپ کا  
بتلایا ہوا راستہ ہے۔ فرمادہ ہے میں کہ ہر حالت میں ہماری طرف  
نہج کئے رکھنا۔ کلمہ توحید کی کثرت اور اس کا حق ادا کرتے رہنا۔  
ساری رفتار اس کی اسٹیم پر منحصر ہے۔ کوئی نو وارہ کوتاہ بین جانتا  
ہے کہ جہاز اب ڈوبا۔ طوفان بڑا ظالم خیز، ظالم انگیز ہے۔ کپتان  
ہمارے حضرت ہیں ان کے ہاتھ میں قطب نما ہے، اعلان فرما رہے  
ہیں، چلتے رہو، پروامت کرو، طوفان کی طرف مت دیکھو اور  
کہیں غافیت نہیں، قطب نما کی سوئی بتلا رہی ہے کہ ہم ٹھیک  
راستہ پر ہیں۔ پھر فرمایا کہ الحمد للہ اس حلقہ والوں کو طوفان  
کے تھپڑے نہیں لگیں گے۔ اور قسم کھا کر کہا جاسکتا ہے کہ ہم  
صحیح راستے پر ہیں۔

حضرت ڈاکٹر کاظمی کا ایک مشورہ :-

ایک خاص سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء کو ہمارے حضرت آخر  
نکلیں رہتے رہے کہ مت جاؤ کانگریس میں، مت جاؤ سیاست میں

دینی وقار کو صدمہ پہنچے گا۔ اسلام کو کسی سیاست کی ضرورت نہیں اس کو تو اتباع رسالت کی ضرورت ہے۔ تم اہل حکومت کو مت چھیڑو نہ شریک ہو نہ مشیر، اغراض نفسانیت جہاں کار فرما ہوں، وہاں تم کیا سمجھا سکو گے کسی کو۔

ہر شخص کا منصب جدا، مشاغل جدا، کاروبار جدا یہ تقسیم کار ہے۔ آپ کیوں دوسرے کے دائرے میں قدم رکھ رہے ہیں۔ آپ تبلیغ کے مکلف بنائے گئے ہیں یہی ہدایت وسیع میدان ہے۔ اس میں اپنے جوہر دکھائیے۔ اس کی خاصیت ہے کہ جہاں تک بڑھتے جاؤ گے غالب آتے جاؤ گے۔

حضرت ولّاء کے "زمانہ تحریکات" کے ملاحظات پڑھنے کے قابل ہیں۔ اچھا ہے یہ ایک جگہ جمع ہو جائیں بلکہ ہر کام کا ایک وقت ہے۔ کوئی تاریخ کا طالب علم اس طرف توجہ کرے تو معلوم ہو کہ کیسے کیسے عقدے ہمارے حضرتؑ نے حل کئے ہیں یہ وہ کبھی جب ادھر سے گزرے ہیں کتنے عالم نظریے گزرے ہیں

تجدیدِ نظر۔

دنیا سے منہ موڑ لینا کوئی کمال کی بات نہیں، دین کی طرف متوجہ ہو جانا بڑی بات ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ دین اختیار کرنے میں کون سی لذتیں چھوٹ جائیں گی، کونسا شعبہ زندگی معطل ہو جائے گا، نقصان کیا ہے؟ اسلام تو دینِ فطرت ہے مسلمان



کی دنیا صرف زاویہ نگاہ کی بدولت دنیا ہے۔ یہ درست ہو جائے  
پھر سب دین ہی دین ہے۔

مثلاً کسی کی آنکھوں میں نقص ہے، ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے،  
چشمہ لگا لیا۔ ہر چیز اپنی جگہ پر ٹھیک نظر آنے لگی۔ اب چیزیں تھوڑا  
ہی بدل گئیں، وہی ہیں۔ اسی طرح زاویہ نگاہ درست ہو جانے  
کے بعد نفس بھی موجود اس کی خواہشات بھی موجود، چیزیں وہی  
لذتیں وہی۔ مگر اب ہر چیز اپنی اصلی حالت میں نظر آ رہی ہے،  
اور اپنے مصروف پر مصروف ہو رہی ہے۔

یا مثلاً یہ بھی چاہئے اور (صحیح نظر سے پہلے) وہ بھی چاہئے،  
پینے کا دستور وہی، طریقہ وہی۔ اب ایک محبت کرنے والا آیا۔  
ہم نے بھی کچھ حق ادا کیا، یہی دین ہو گیا۔ زاویہ نگاہ بدل جانے  
سے یہی عمل چاہئے پینے پلانے کا حسین ہو گیا۔ ہر عمل کو عبادت  
بنالینا مسلمان ہی کا کام ہے۔

اکثر آپ لوگ سردس میں ہیں، کہیں مروت میں آگئے، مرعوب  
ہو گئے، تقویٰ کے خلاف ہو گیا تو پھر توبہ کر لیجئے۔ صحیح نظر  
کے بعد گناہ کو گناہ تو سمجھتے رہیں گے۔ بھئی کیا مشکل ہے یہ کاکا  
زاویہ نگاہ ہی تو بدل رہے ہیں آپ کا۔ کوئی ناپاک چیز آپ نے  
اٹھائی ہم کہتے ہیں بھائی ہاتھ دھو لیجئے۔ یہی تو کہتے ہیں، اس میں  
کوئی برائی ہے اور کیا نقصان ہے؟

۱۰ اس وقت سب چلے پی رہے تھے اور ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ میں چائے کی پیالی تھی۔

ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ شیطان بُرا "یورپین" ہے۔  
 فساد کی، عصیان و طغیان کی تجویزیں اور ترکیبیں بنا کر چل دیتا  
 ہے، کوئی اس پر عمل کرے یا نہ کرے۔ یہ کسی ایک بُرائی پر  
 اصرار نہیں کرتا۔ اور نفس بُرائی پر اصرار بھی کرتا ہے اور اپنی بُرائی  
 کا خواہشمند رہتا ہے اور ہر وقت ساتھ ہے۔ اسی نفس نے  
 شیطان کو بھی مارا ہے۔ اس لئے یہ زیادہ مہلک اور خطرناک ہے۔  
 اور بزرگوں نے اس کی اصلاح و تربیت کو اہمیت دی ہے۔

حدود اللہ :-

معاملات اور معاشرت کے بارے میں جبکہ تَلَاتِ حدود اللہ  
 تَلَاتِ حدود اللہ کلام پاک میں وارد ہوا ہے۔ جب تک صحیح  
 تعلیمات نہ ہوں حدود کی حفاظت نہیں ہو سکتی اور تقویٰ کی حقیت  
 ہی ان حدود کی حفاظت ہے۔ اور یہ حدود زندگی کے ہر شعبہ میں  
 ہیں جو بڑی دلیل ہے اسلام کے کامل ہونے کی۔ نادان لوگ  
 اول تو آتے نہیں دین کی طرف اور اگر آتے ہیں تو فرائض و واجبات  
 ترک ہوتے رہتے ہیں اور ساری زندگی اور تقویٰ نوافل میں رہ جاتا  
 ہے، حقوق پامال ہوتے رہتے ہیں۔ اپنے تقویٰ سے ان لوگوں  
 نے خود کو بھی ہلاک کر لیا اور دوسروں کو بھی پریشان کر کے رکھ دیا۔  
 اگر غفلت سے باز آیا جفا کی

تلافی کی بھی نظام نے تو کیا کی



اس کی ایسی مثال ہے کہ مطالبات سرکاری تو ادا نہ ہوں اور ایک شخص سخاوت کرتا پھرے یا اپنا منصبی کام تو انجام نہ دے اور خدمتِ خلق میں مشغول رہے۔ کیا قیمت ان اعمال کی اگر حدود کی حفاظت نہ ہو اور فرائض واجبات ادا نہ ہوں۔

ظاہر کی اہمیت :-

دونوں قسم کے احکامات ظاہر و باطن کے اللہ تعالیٰ کے ہیں پھر ظاہر کے احکام کو نظر انداز کرنے کی یا کم اہم سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ مثلاً آج آپ نے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھی اور احسان کا درجہ نماز میں حاصل ہوا۔ نماز سے فراغت کے بعد معلوم ہوا کہ کپڑے ناپاک تھے تو اللہ اور رسول کا فیصلہ یہ ہے کہ نماز نہیں ہوئی اس کو دھواؤ۔ اب جو دھرائی تو نہ خشوع ہے نہ خضوع ہے اور نہ درجہ احسان لے سکا کہیں پتہ۔ اب فیصلہ یہ ہے کہ نماز ہو گئی۔

# انتخاب

حضرت عارفی مظلوم کے چند متفرق غیر مطبوعہ

اشعار



۶۱۹۳۶ تا ۶۱۹۶۳

محبت خود محبت کا صلہ ہے عارفی لیکن  
کوئی آسان ہے کیا بے نیازِ مسد عا ہونا

بھر کی شب یاد انکی دل کو پہلاتی رہی لذتِ دردِ نہاں گیند سی آتی رہی

بے نیاز اپنی ہی ہستی سے اگر ہو جائے  
تنگ ہے شرحِ گدازِ غمِ نہاں کول  
دل کا عالم ہی با اندازِ دگر ہو جائے  
آہ وہ آہ جو محتاجِ اثر ہو جائے

توڑنا تو بہ کا سو بار بھی آسان تھا مگر  
جامِ مے مجھ سے تو اک بار بھی توڑا نہ گیا

اب میری نگاہوں میں نہ دنیا ہے نہ دیں  
اے دوست محبت بھی عجب سحر میں ہے

حیات انگیز تھی جب اپنی ہر بات  
زہے قسمت کسی کے آستان پر  
کہاں سے لاؤں ہم لبِ دن رات  
وہ مری زندگی کے چند لمحات  
بے میری آرزوں کی مکافات  
محبت میں میری نا کامی دل

دل کی ساری آرزوئیں ہو گئیں آتش بجاں  
تو نے اے لطیف نگاہِ دوست یہ کیا کر دیا  
لذتِ سوزِ فغاں کی محویت نے عارفی  
خود مرے ناموس ضبطِ غم کو رسوا کر دیا

بے بقدرِ محبت دلِ جادہ ذوقِ طلب      بیٹھ جاؤں تھک کے جس جا، مری منزل دی

دل کو ہمیشہ شوق کی یہ لذتِ پیہم      مل تو گئی لیکن بڑی مشکل سے ملی ہے

بہت بدلا مذاقِ دل خیالِ یار نے لیکن  
جو شایانِ مذاقِ یار تھا ایسا کہاں بدلا

جو کسی دل کے تکرر کا سبب ہو عارفی  
کوئی ایسا داغ میرے قلبِ روشن میں نہیں

ہے عارفی اب یہ اثرِ ترکِ متنا      آنے لگے وہ اور بھی کچھ سے سوایا د

کیا چیز ہے یہ جلوہ گاہِ حسنِ تصور      کیا کہئے نظر آتا ہے تاحِ نظر کیا  
شاید کہ اٹھا پردہ حریمِ رگِ جان سے      یہ کج سرِ شام ہیں انوارِ سحر کیا



نہ سے انجام گداز غم کی کیفیت نہ پوچھ  
دل ابھی مدہوشِ لعلِ لذتِ آغاز ہے

مری ہر آہ - آوے اثر ہے      دفورِ یاسن! تیری بدگمانی

کیسی بہاویں - کیسا گلشن      ہاتھ میں ہے جب اُن کا دامن

یہ کیا ستم بھلے دلِ رفتہ و چین      کچھ قفس میں اور تصورِ بہار کا

خوب تھا خوابِ شہستانِ شباب      صبح ہوتے ہی قیامت ہو گئی  
ہو گیا دل باریابِ بزمِ دوست      بند کی آنکھ اور خلوت ہو گئی

۱۹۳۵ء - ۱۹۳۵ء

حسنِ بے پروا کو نازِ بے نیازی ہی ہے      مرے احرامِ محبت سے مگر غافل نہیں

آلی خزاں کی یاد تو دل سرد ہو گیا      کچھ دیر بھی تو لطف نہ آیا بہار کا

سکونِ اضطرابِ غم پہ چارہ ساز تو خوش ہیں  
دلِ بیتاب کی نیکن قضا معلوم ہوتی ہے

کہیں سینہ نہ شوق ہو جائے اسے ضبطِ دُورِ غم  
 نہیں آیا ہے لب پر نغمہ کہ مستانِ برسوں سے  
 کبھی بھولے سے بھی اب دہاکرم فرما نہیں ہو سکتے  
 ترستا ہے تجلی کو مرا کاشانہ برسوں سے

ساتی اب دردِ تیر جام کے ساغر ہی مہی  
 ہو چکے دور چھلکتے ہوئے پیمانوں کے

دیکھئے کیا رنگ لائے احتیاطِ ضبطِ غم  
 عارفی یہ زندگی دہے کہ جس میں غم بھر  
 ڈر رہا ہوں میں سکونِ قلبِ مشغولِ فکر  
 داغ دیتا ہے فلک بہتر سے بہتر دیکھ کر

کچھ لطفِ زندگی ہے نہ احساسِ زندگی  
 ہم کیا جتے کہ مائل خوابِ گراں رہے

کئی ڈوبا ہوا تھا کن مقالات پریشاں ہیں  
 مٹانے والا پیغامِ مبارکباد کیا جانے  
 مری خاموشی مجبور درد انگیز ہے شاید  
 یہ دل تھلے ہوئے چہر تائب کیو سیاد کیا جانے

۱۹۱۲ء ————— ۱۹۲۲ء

کیا عجب آجائے پھر عہدِ نشاطِ زندگی  
 سر یہ یونہی گردشِ افلاک ہونا چاہئے



ایک ہی پھول تھا بس گل کردہ سخن میں تو  
جن لیا آنکھ میں اپنی ترے شیدائی نے

زندگی کی اب تو ہر تلخی مزا دینے لگی  
عشق میں ناکامی دل بھی لکر کیا چیز ہے

سبک خرام ہے کس درجہ اپنی عمر عزیز  
عجب مقام ہے اے عارفی مقامِ رضا  
لشانِ گرد پس کا داں نہیں ملتا  
یہاں پہونچکے پھر اپنا نشان نہیں ملتا

کچھ لطف خموشی میں ، نہ آہوں میں مزا ہے  
بے کیفی دل بان دنوں کچھ حد سے سوا ہے  
بخور کے رہتی ہے تصور کی فضا میں  
اپنی شبِ تنہائی کا عالم ہی جدا ہے  
اک ربطِ محبت ہی کا احساس ہے دل میں  
کچھ اور نہ احساسِ جفل ہے نہ وفا ہے  
اے دوست میں کیا محبتِ دل کو چھپاؤں  
جب حسنِ تصور ہی ترا ہو شرِ باہے  
اے عارفی بے راہِ محبت بھی عجب راہ  
رہبر ہے جہاں کوئی نہ منزل کا پتہ ہے

مراد دل یہ کہہ رہا ہے تیشِ گدازِ غم سے انھیں بیقرار یوں میں ہے کہیں قرار اپنا

دیکھ کر مرے دل پر شوق کا جوشِ طلب  
منزلِ مقصود خود ہی راہِ ہر ہونے لگی

یہ ان کی یاد کا مگر اعجاز ہی تو ہے  
جو قلبِ بیقرار میں آکر ٹہر گئی  
رہنے دے اب تلافیِ مافات کا خیال  
اے دوست اتنی بات ہی حد سے گزر گئی

آج اپنی شامِ تنہائی کا ہے منظرِ جدا  
جوشِ دردِ دل جدا ہے جوشِ چشمِ تر جدا  
آگیا ہے دامنِ قاتل جو اپنے ہاتھ میں  
سب کا اک محشر جدا ہے اپنا اک محشر جدا  
کر دیا یہ کیا فسوں ساقیِ چشمِ مست نے  
اب جو ہوتا ہی نہیں لبِ مرے ساغرِ جدا  
میکشانِ چشمِ مستِ نازِ ساقی کے لئے  
کیفِ بر صہبا جدا ہے ذوقِ ہر ساغرِ جدا



دامن کو ذرا اپنے بچلے ہوئے ایدل اُبھجے نہ کوئی خارِ گلستانِ تمنا

اشک باری میں نہ اب ہے خوفِ شانی میں وہ جوش  
چشمِ محروم تماشا یا س سے لبرین ہے  
دیکھنا ہے گر تجھے نیرنگِ فطرت کی بہار  
دیکھ۔ اپنے دل کو یہ بھی ایک عالمِ خیر ہے

احترامِ جامِ دھبہا ہی نہ ہم سے بچھ سکا  
کیا بتائیں اب کہ اتنے پار سا کیوں ہو گئے

جب آگے ابھری وہ تصور میں شامِ غم  
آنکھوں میں اپنی جلوہ صبحِ بہار تھا  
آنکھوں سے میں نے بھر لیا سب دل میں عارفی  
ساقی کی چشمِ مست میں جتنا خسار تھا

جتنی توقعات تھیں سب ختم ہو چکیں  
میں عارفی کسی سے بھی اب سرگراں نہیں

شان ہے تیری کریمی تجھے شایاں ہے کرم  
میں گنہگار نہیں رحم کے قابل نہ سہی

اب مرے واسطے ہر موج ہے آغوش سکون  
بکر غم میں جو نہیں ہے کوئی سال نہ ہی

بڑھ رہی ہے کچھ اسی سے لذتِ احساسِ غم  
اک غلط سی دل میں رہتی ہے کسی کی یاد کی  
اک نئے اک دن ہو ہی جائے گی نگاہِ رحمِ دوست  
میں نے ساری عمر اسی امید میں برباد کی

ذرا صیادِ گلشنِ اک نظر کچھ دیکھ لینے دے  
مجھے معلوم ہے کب کب قفس سے اب رہا ہونا

عارفِ بس یہ حقیقت ہے مرے اشعار کی  
نالہائے دل جب آئے لب پہ موزوں ہو گئے

مرگشتگی، شوق کا اندازہ کیا اسے  
صہبائے چشمِ ناز کبھی جس نے پی نہیں

رازِ نکلہ دوست کو افشا نہ کریں گے  
ہم عقدہ دل اپنا کبھی وا نہ کریں گے



کیسی بہاریں ، کیسا گلشن  
 حسرت دید اس برق نظر کی  
 ہاتھ میں ہے جب ان کا دامن  
 ہوش میں آ اے ہوش کے دشمن  
 عارفی اب کیا غیر کا شکوہ  
 اپنا دل ہے اپنا دشمن

### غلطنامہ کتاب افادات عارفیہ

صفحہ	صفحہ	غلط	صفحہ
۵	۳	توحید و رسالت	۱۲۷
۲۱	۱۳	آپ بھی بزرگ ہیں	۳
۳۱	۱۱	اور رسمی خالق ہوت	۱۲
۳۵	۲	فضل خاص مر ہو	۱۰۰
۳۸	۱۲	لافتتای	۱۲
۴۰	۱۰۰	بکستوں اصنعا	۱۲
۴۲	۱۱	تعمیل علم	۱۱
۴۳	۱	بتائی	۱۱
۴۹	۱	اجتہامے	۱۱
۹۶	۱۹	زخم باطل	۱۱
۱۰۴	۱۳	جو چیز لی جانے کی	۱۱
۱۱۵	۷	کیو	۱۱
۱۱۶	۱۵	بیدار	۱۱
۱۱۹	۷	فرمایا کہ دیکھنے	۱۱
۱۲۵	۴	تنگ	۱۱
۱۳۱	۱۰	فرائض و واجبات	۱۱
۱۳۱	۱۱	مقالات	۱۱
		مثالنے والا	۱۱
		مقالات	۱۱
		مثالنے والا	۱۱